جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ

القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

النور

احسان ۱۳۸۵ ہش
جون ۲۰۰۶ء
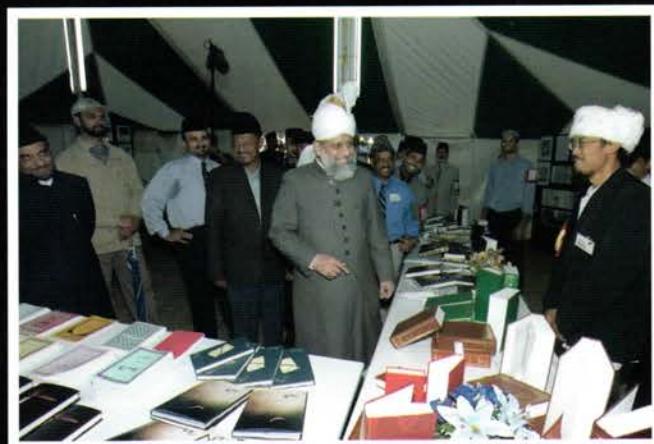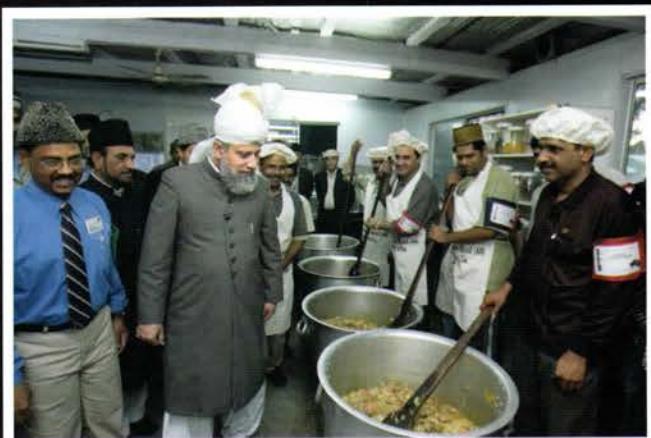
جلسہ سالانہ آسٹریلیا ۲۰۰۶ء کے چند مناظر

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (الطلاق:12)

جون 2006

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

مسجد فضل، لندن

فہرس

نگرانِ اعلیٰ: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

قرآن کریم

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○

(سورۃ البقرۃ:246)

کیا کوئی ہے جو اللہ کو (اپنے مال کا) ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تا کہ وُہ اُسے اُس کے لئے بہت بہت بڑھائے۔ اور اللہ (کی یہ بھی سنّت ہے کہ وہ بندہ کا مال) لیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور آخر تمہیں اُسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

تفسیر: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو اپنے مال کا ایک عمدہ حصہ کاٹ کر اللہ تعالیٰ کو دے دے تا کہ وہ اسے خود دینے والے کے فائدہ کے لئے بڑھائے اور اُسے ترقی دیتا چلا جائے۔ اس آیت میں نہایت لطیف پیرایہ میں مومنوں کو خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اموال خرچ کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اول تو ہم تم سے سارا مال نہیں مانگتے بلکہ مال کا صرف ایک حصہ مانگتے ہیں۔ اور پھر مانگتے بھی اس لئے ہیں کہ تم ایک روپیہ دو تو تمہیں اس کا دس گنا اجر دیا جائے خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کی رضا حاصل کرنے کا اس سے زیادہ سہل اور آسان طریق اور کیا ہو سکتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان جب خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرے تو اسے تین باتیں خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ اوّل اُس کے دل میں صدقہ و خیرات کرتے وقت کوئی انقباض پیدا نہ ہو بلکہ وہ پوری بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ اُس میں حصہ لے دوم جسے کوئی چیز دی جائے اُس پر احسان نہ جتایا جائے اور نہ اس کے نتیجہ میں اس پر کوئی ناواجب بوجھ ڈالا جائے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس نیکی کی توفیق دے کر درحقیقت مجھ پر احسان کیا ہے۔ سوم جو چیز دی جائے وہ اپنے مال کا بہترین حصہ ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 550)

حدیثِ مبارکہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاهُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّابِالْحَقِّ وَاَکَلُ الرِّبٰی وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔

(بخاری)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے مسلمانو! تمہیں سات تباہ کرنے والی باتوں سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہیئے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سات باتیں کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا (1) کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا (2) نظر فریب باتوں کے پیچھے لگنا (3) کسی انسان کو ناحق قتل کرنا (4) سود کھانا (5) یتیم کا مال غصب کرنا (6) جنگ میں دشمن کے سامنے پیٹھ دکھانا اور (7) بے گناہ مومن عورتوں پر بہتان باندھنا۔

تشریح: اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں جو بالآخر افراد اور قوموں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم بات شرک ہے جس کے معنی خدا کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک قرار دینا ہے۔شرک ایمانیات کے میدان میں جرم نمبر ایک کا حکم رکھتا ہے اور بالواسطہ طور پر شرک کے نتیجہ میں اخلاق پر بھی بھاری اثر پڑتا ہے۔شرک دو قسم کا ہے ایک شرک ظاہر ہے اور دوسرے شرک خفی۔شرک ظاہر تو یہ ہے کہ کسی انسان یا کسی دوسری چیز کو خدا کے برابر یا خدائی حکومت میں حصہ دار یا خدائی صفات کا مالک قرار دیا جائے جیسا کہ مثلاً ہندو خدا کے علاوہ بہت سے دیوتاؤں کو مانتے ہیں اور انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں یا جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور اس کی صفات اور حکومت میں حصہ دار یقین کرتے ہیں۔اور شرک خفی یہ ہے کہ بظاہر تو خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور خدا کی توحید کا مدعی بنایا جائے مگر عملاً کسی دوسری چیز کی ایسی عزت کی جائے جو صرف خدا کی کرنی چاہیئے یا کسی دوسری چیز پر ایسا بھروسہ کیا جائے جو صرف خدا کے شایانِ شان ہے یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ایسی محبت کی جائے جو صرف خدا کے ساتھ ہونی چاہیئے یا کسی دوسری چیز سے ایسا ڈرا یا جائے جو صرف خدا کا حق ہے۔اس قسم کا مخفی شرک بدقسمتی سے آج کل بہت مسلمانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔اسلام ان دونوں قسم کے شرکوں یعنی شرک ظاہر اور شرک خفی سے بچنے کا حکم دیتا ہے اور ایک دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شرک کے اجتناب یعنی توحید کے مفہوم میں خدا پر ایمان لانے کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی شامل ہے کیونکہ رسالت ہی کے ذریعہ دنیا میں حقیقی توحید قائم ہوتی ہے۔بہرحال اسلام میں شرک کے خلاف انتہائی تاکید پائی جاتی ہے اور ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ شرک ظاہر اور شرک خفی دونوں سے بچ کر رہے۔شرک خفی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کس لطیف انداز میں فرماتے ہیں کہ

ہر چہ غیر خدا بخاطر تست آں بتِ تست اے بایماں سُست
پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں دامنِ دل ز دست شان برہاں

"یعنی ہر وہ چیز جو تیرے دل میں خدا کے مقابل پر جا گزیں ہے وہ تیرا بت ہے اے سست ایمان والے شخص! تجھے چاہیئے کہ ان مخفی بتوں کی طرف سے ہوشیار رہے اور اپنے دل کے دامن کو ان بتوں سے بچا کر رکھ"۔

دوسری بات اس حدیث میں سحر بیان کی گئی ہے سحر کے معنی عربی زبان میں ایسی چیز کے ہیں جو نظر فریب ہو۔یعنی جس میں ایک چیز کی اصل حقیقت پر پردہ ڈال کر اسے دوسری شکل میں پیش کر دیا جائے اور جھوٹ کو سچ بنا کر دکھایا جائے اس قسم کا سحر جھوٹ کی ایک بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں جھوٹ کے ساتھ دھوکے اور چالا کی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔عرف عام والے سحر کی ملمع سازی اور دھوکا دہی تو ظاہر وعیاں ہے جس کے متعلق کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔علاوہ ازیں سحر کے معنی فتنہ وفساد کے بھی ہیں اور اس صورت میں بھی سحر کی خرابی ایک بدیہی امر ہے اور اگلے فقرہ میں قتل کا ذکر اس مفہوم پر ایک عمدہ قرینہ ہے۔

تیسری بات قتل ناحق بیان کی گئی ہے۔اسلام نے قتل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور قتل عمد کی سزا موت مقرر کی گئی ہے جسے سوائے ایسی صورت کے بدلا نہیں جا سکتا کہ جب فریقین اصلاح کے خیال سے موت کی سزا کو دیت یعنی خون بہا کی صورت میں بدلنے پر رضامند ہو جائیں اور حاکم وقت بھی اسے منظور کر لے۔اور یہ رعایت اس حکمت کے ماتحت رکھی گئی ہے کہ تا اگر فریقین کے خاندانوں میں اصلاح کی حقیقی امید موجود ہو تو بلا وجہ قتل کی سزا پر زور دے کر دو خاندانوں کو انتقام در انتقام کے چکر میں نہ ڈالا جائے۔اور قتل کے ساتھ "ناحق" کی شرط اس لئے رکھی گئی ہے کہ تا جنگ میں قتل ہونے والوں یا حکومت کے قانون کے ماتحت قتل کی باضابطہ سزا پانے والوں کی استثناء قائم رہے۔قتل ناحق میں ایسے قتل بھی شامل ہیں جو بعض مغلوب الغضب افراد یا مذہبی دیوانے کسی شخص کو بزعم خود قتل کی سزا کا مستحق سمجھ کر اسے باضابطہ عدالت میں لے جانے کے بغیر خود بخود قتل کر دیتے ہیں۔۔۔ایک جگہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ جس شخص نے ایک جان کو ناحق قتل کیا اس نے گویا سارے جہان کو قتل کیا۔کیونکہ ناحق قتل کے نتیجہ میں نہ صرف انتقام در انتقام کا لمبا تسلسل اور گندہ دور قائم ہو جاتا ہے بلکہ ملک میں قانون کا احترام بھی بالکل مٹ جاتا ہے اور اس قسم کے واقعات کے نتیجہ میں انسانی ضمیر دہشت زدہ ہو کر آہستہ آہستہ بالکل مر جاتا ہے۔پس ضرور تھا کہ قتل کو انتہا درجہ کے جرموں میں شمار کیا جائے۔

چوتھی بات اس حدیث میں سود بیان کی گئی ہے۔بے شک صدیوں کے غیر اسلامی ماحول کی وجہ سے آج کل سود قریباً دنیا کے اقتصادی نظاموں کا جزو لاینفک قرار پا چکا ہے اور خود مسلمانوں کا ایک معتد بہ حصہ بھی اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ملوث ہے مگر اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ سود ایک بھاری لعنت ہے جو نہ صرف انسانی ہمدردی اور موالات کے جذبات کے لئے تباہ کن ہے بلکہ دنیا میں جھگڑوں اور لڑائیوں کی آگ بھڑکانے کا بھی بہت بڑا موجب ہے۔سود کے نتیجہ میں (1) انسانی فطرت کے لطیف اخلاق تباہ ہوتے ہیں (2) اپنی طاقت سے زیادہ قرض برداشت کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور (3) لڑائیوں اور جنگوں کو ناواجب طول حاصل ہوتا ہے کیونکہ دشمنی کے جوش میں اندھے ہو کر لوگ بے تحاشہ قرض لیتے اور لڑائی کی آگ کو بپا کرتے چلے جاتے ہیں۔اس لئے اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر قرضہ کے لین دین کو ذیل کی تین صورتوں میں محدود کر دیا ہے۔

(اول) سادہ قرضہ جسے عرف عام میں قرضہ حسنہ کہتے ہیں۔جس طرح ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو یا ایک دوست دوسرے دوست کو یا ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو ضرورت کے وقت قرضہ دیتا ہے (دوسرے) قرضہ بصورت رہن یعنی اپنی کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ رہن رکھ کر اس کی ضمانت پر کچھ رقم قرض لے لی جائے اور (تیسرے) تجارتی شرکت یعنی کسی شخص کو اپنا روپیہ تجارت یا صنعت وحرفت کی صورت دے کر اس کے ساتھ نفع ونقصان میں شرکت کا فیصلہ کر

لیا جائے۔ ان تین صورتوں کے سوا اسلام کسی اور قرض کی اجازت نہیں دیتا اور سود کے لینے اور دینے کو (خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ) حرام اور ممنوع قرار دیتا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ سود کے بغیر گزارہ نہیں چلتا ایک باطل خیال ہے جو محض آج کل کے باطل ماحول کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ اسلامی غلبہ کے زمانہ میں دنیا کی وسیع تجارت سود کے بغیر چلتی تھی اور انشاءاللہ آئندہ بھی جب کہ اسلام کے دوسرے غلبہ کا دور آئے گا اور لوگ ٹھوکر کھا کھا کر بیدار ہوں گے پھر اسی طرح چلا کرے گی۔

پانچویں بات یتیم کا مال کھانا بیان کی گئی ہے۔ یہ گناہ بھی خاندانوں اور قوموں کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں ایک تو قوم کے نونہال تباہ ہو جاتے ہیں دوسرے ہمدردی کا جذبہ مٹتا اور بددیانتی کا جذبہ ترقی کرتا ہے۔ تیسرے کمزور جنس پر ظلم کا راستہ کھلتا ہے اور چوتھے قوم میں سے قربانی کی روح بھی مٹنی شروع ہو جاتی ہے۔۔۔

چھٹی بات لڑائی کے میدان میں دشمن کو پیٹھ دکھانا ہے۔ یہ کمزوری بھی قوموں کی تباہی میں بھاری اثر رکھتی ہے۔ حق یہ ہے کہ کوئی بزدل قوم زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتی اور بڑی آسانی سے ظالم اور جابر قوموں کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسلام نے میدان جنگ میں پیٹھ دکھانے اور بھاگنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ۔ یعنی اے مومنو! جب تم کافروں کے سامنے لڑائی میں صف آرا ہو تو پھر کسی حال میں بھی انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ اور جو شخص ایسے مقابلہ میں پیٹھ دکھائے گا سوائے اس کے کہ وہ کسی جنگی تدبیر کے طور پر اِدھر اُدھر جگہ بدلنے کا طریق اختیار کرے یا مومنوں کی کسی دوسری پارٹی کے ساتھ ملاپ پیدا کر کے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہے تو وہ خدا کے غضب کو اپنے سر پر لے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔ آج کے بظاہر ترقی یافتہ زمانہ میں بھی کوئی آزمودہ کار جرنیل اپنی فوج کو اس سے بہتر ہدایت نہیں دیتا۔

ساتویں اور آخری بات اس حدیث میں بے گناہ مومن عورتوں پر بہتان لگانا بیان کی گئی ہے اور یہ بات بھی حقیقتاً قومی اخلاق کو سخت صدمہ پہنچانے والی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بے شمار لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ بہتان والی باتوں کو شوق اور دلچسپی سے سنتے اور پھر انہیں اس طرح ہوا دیتے ہیں کہ وہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی اور معصوم دلوں کو تباہ کرتی چلی جاتی ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو بعض لحاظ سے اصل بے حیائی کی نسبت بے حیائی کا چرچا سوسائٹی کے لئے زیادہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں کمزور لوگوں کے دل مسموم ہوتے اور بدی کا رُعب مٹتا ہے۔ بے حیائی کا فعل اگر اس کا علم صرف دو انسانوں تک محدود رہے تو باوجود ایک انتہائی گناہ ہونے کے بہرحال اپنے اثرات کے لحاظ سے محدود ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کا چرچا لوگوں کی زبانوں پر ہونے لگے تو کئی کمزور نوجوان اس کے گندے اثر سے متاثر ہونے لگتے ہیں اور بدی کا وہ قدرتی رعب جو فطرت انسانی کا حصہ اور بدی کو روکنے کا ایک زبردست آلہ ہے' کمزور پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے جہاں اصل بدی کو روکا ہے وہاں اس نے بہتان تراشی اور بدی کے چرچے کا رستہ بھی بڑی سختی کے ساتھ بند کیا ہے۔

پھر اگر اخلاق واطوار کے لحاظ سے اس حدیث پر نظر ڈالی جائے تو اس حدیث کی ایک اور خوبی بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں ایمانیات اور اخلاقیات اور قیام امن اور اقتصادیات اور کمزوروں کے حقوق کی حفاظت اور قومی بقاء اور بے حیائی کے انسداد کو نہایت لطیف رنگ میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً شرک سے اجتناب کرنے کا ذکر ایمان کی حفاظت کی غرض سے داخل کیا گیا ہے۔ سحر کی حرمت کو کیریکٹر کی بلندی اور عادات کی صفائی کے پیش نظر شامل کیا گیا ہے۔ قتلِ ناحق کے ذکر کو امن عامہ کی غرض سے داخل کیا گیا ہے۔ سود کی حرمت کو اقتصادی اصلاح کی بناء پر شامل کیا گیا ہے۔ یتیم کی حفاظت کے حکم کو کمزوروں کے ساتھ عدل وانصاف کے قیام کی غرض سے داخل کیا گیا ہے اور بہتان تراشی کی حرمت کو بے حیائی کے سدّ باب کے لئے داخل کیا گیا ہے۔ اس طرح ہمارے آقا ﷺ نے ہمارے لئے درحقیقت اس زرّیں ہدایت کے ذریعہ دریا کو کوزے میں بند کر کے محفوظ کر دیا ہے۔

(چالیس جواھر پارے حدیث نمبر23)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُن کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ ان کو ہلاک کر دیں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک رُوح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں۔ کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔ یعنی اس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دُور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہِ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے اور یہ نہایت بدمنصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے۔ کیونکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار اور خدا اُس سے بیزار ہے۔ لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اس کو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اُس کے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گزرا جس نے قوم کی ایذاء کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر آخر کار خاکِ کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سری نگر خان یار کے محلہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے۔ یُزار و یُتبرّک بہ۔

ایسا ہی خدا تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخر الزمانؐ کو جو سید المتقین تھے انواع و اقسام کی تائیدات سے مظفر اور منصور کیا۔ گو اوائل میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح داغِ ہجرت آپ کے نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے رکھتی تھی۔ سواے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہاء تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے۔ اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سیّد و مولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کمزوری کی حالت میں مکّہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور اُن دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہو گئے تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اُس کی جماعت ہو جن کو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چُنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اُس کے لب جھوٹ سے اور اُس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اَندرُونوں کو دھوڈالو۔ تم نفاق اور دَورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریّت کو ہلاکت سے بچاؤ۔۔۔''

(روحانی خزائن جلد 14، رازِ حقیقت صفحہ 154-156)

کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت دِکھاؤ جلد تر صدق و اِنابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت
مُجھے یہ بات مولا نے بتادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مُسلمانوں پہ تب اِدبار آیا کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا
رسولِؐ حق کو مٹّی میں سُلایا مسیحاؑ کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہیں کر کے پھل ویسا ہی پایا اہانت نے اُنہیں کیا کیا دِکھایا
خُدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا کہ سوچو عزّتِ خیرالبرایا
ہمیں یہ رہ خُدا نے خود دکھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کوئی مُردوں سے کیونکر راہ پاوے مَرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خُدا عیسیٰؑ کو کیوں مُردوں سے لاوے وُہ خود کیوں مُہرِ ختمیّت مِٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وُہ بھی آوے کوئی اِک نام ہی ہم کو بتادے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

وُہ آیا مُنتظِر جس کے تھے دن رات معمّہ کُھل گیا روشن ہوئی بات
دِکھائیں آسماں نے ساری آیات زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات خُدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خُدا نے اک جہاں کو یہ سُنادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

خطبه جمعه

تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یه هماری تربیت کی بنیادی ضرورت هے

میں چاہتاہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ ایسا نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو

خطبہ جمعہ ارشادفرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۴؍جولائی ۱۹۹۷ء بمطابق ۴؍وفا ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الاسلام، ٹورنٹو (کینیڈا)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿الم۔ ذالک الکتاب لا ريب فيه ۔ هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب و يقيمون الصلوٰة و مما رزقنٰهم ينفقون۔﴾ (البقرہ : ۲ تا ۴)

الحمدللہ، آج اس خطبے کے ساتھ میرا مختصر دورہ کینیڈا اختتام پذیر ہوگا۔ اس عرصے میں مجھے یہاں بھی بہت سے خاندانوں سے ملنے کا موقع ملا اور بالعموم کثرت سے جماعت کو دیکھنے کا موقع ملا اور گزشتہ روز جب میں آٹوا اور مانٹریال کے سفر پہ تھا تو وہاں بھی کثرت سے جماعتوں سے ملاقات ہوئی اور ان کے حالات کو قریب سے دیکھا۔ اس خطبے میں خصوصیت کے ساتھ میں نے عبادت کا مضمون چنا ہے اور اسی لئے میں نے وہ آیات تلاوت کی ہیں جو قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی پہلی آیات ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا تعارف ان الفاظ میں فرماتا ہے {ذالک الکتاب لا ريب فيه} یہاں یہ نہیں فرمایا کہ یہ کتاب ہے بلکہ ''ذالک الکتاب'' فرمایا، وہ کتاب ہے۔ حالانکہ بظاہر قرآن کریم ہر پڑھنے والے کے سامنے ہوتا ہے اور عام انسان کا کلام ہوتا تو کہتا یہ کتاب ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس ''وہ'' میں بہت سے معانی مضمر ہیں۔

ایک تو یہ کہ انسان کو یہ وہم ہے کہ وہ قرآن کریم کو از خود پا سکتا ہے۔ سامنے پڑی ہوئی کھلی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وہ کتاب ہے یعنی تم سے دور ہے اور تمہارے قریب آسکتی ہے مگر کچھ شرطیں ہیں جو پوری کرنی ہونگی اور پھر ''ذالک'' میں اشارہ گزشتہ پیش گوئیوں کی طرف بھی ہے کیونکہ تمام انبیاء نے مختلف رنگ میں آنے والے رسول حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ پر نازل ہونے والی عظیم کتاب کی خوشخبری دی تھی ''الکتاب'' سے مراد وہ کتاب ہے جو ہمیشہ سے جس کا وعدہ دیا گیا ہے اور ہمیشہ سے قومیں اس کا انتظار کر رہی تھیں اور آج وہ ہمارے سامنے ہے۔ ''ذالک الکتاب'' میں ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ تم سے دور تو ہے لیکن قریب آسکتی ہے ۔ ''لا ریب فیه'' اس بات میں کوئی شک نہیں۔ ''لا ریب'' کے ساتھ جب ''ذالک'' کو پڑھیں تو یہ معنی ہوگا کہ وہ کتاب تو ہے مگر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ''هدى للمتقين'' یہ ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔ اور ''لا ریب فیه هدى للمتقين'' کا ایک معنی یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر ان متقیوں کے لئے جن کے لئے ہدایت بنتی ہے۔ بغیر تقویٰ کے اس کتاب کو پڑھو گے تو کئی قسم کے شکوک پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر یہ عجیب کتاب ہے جو شک سے پاک ہونے کے باوجود غیر متقیوں کے دلوں میں شک پیدا کرتی ہے اور متقیوں کے دلوں کو شکوک سے پاک کر دیتی ہے۔ پس اس مختصر سے کلام میں جس میں ایک آیت ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کتنے مضامین بیان فرما دئے۔

ایک امر بہر حال یقینی اور قطعی ہے کہ جو کچھ بھی ہم نے ہدایت پائی ہے اسی کتاب سے پائی ہے۔ پس سب سے پہلے تو عبادت کے تعلق میں کلام الٰہی کا پڑھنا ایک بنیادی امر ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔ جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے بہت کم ایسے خاندان ہیں جن میں روزانہ تلاوت ہوتی ہو۔ شاذ کے طور پر ایسے بچے ملیں گے

جو صبح اٹھ کر نماز سے پہلے یا نماز کے بعد کچھ تلاوت کرتے ہوں اور یہ جائزہ فیملی یعنی خاندانوں کی ملاقات کے دوران میں نے لیا اور اکثر بچوں کو اس بات سے بے خبر پایا۔ وہ تربیت کے مسائل جن پر میں گفتگو کر تا رہا ہوں وہ سارے بے حقیقت ہو جاتے ہیں اگر اس بنیادی حقیقت کی طرف توجہ نہ کریں کہ ہماری نسلوں کو اگر سنبھالنا ہے تو قرآن کریم نے سنبھالنا ہے اور قرآن کریم سے دو باتیں لازم ہیں، ہدایت ہے مگر نہیں بھی ہے۔ ہدایت ان لوگوں کے لئے ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے ان کے لئے ''ذالک الکتاب'' دور کی کتاب رہے گی جو بظاہر ان کے سامنے ہے مگر ان سے دور ہٹی رہے گی۔

تو جب تک یہ کتاب قریب نہ آئے اس دنیا کے مسائل حل نہیں ہو سکتے اور کینیڈا کی جماعتوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ بعض باتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کینیڈا میں پہلے سے بہتر ہو رہی ہیں مگر اگر بنیادی مقصد دور ہی رہے تو اس ظاہری ہنگامے کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ یہ ہنگامے رفتہ رفتہ مرجایا کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اگلی نسلیں ایسی ہوتی ہیں جو خدا کو بھلا دیا کرتی ہیں مگر کلام الٰہی سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے۔ پس بچپن ہی سے اس بات پر زور دیں یعنی آپ کے بچوں کے بچپن، آپ تو بڑے ہو چکے آپ نے تو جس طرح بھی خدا نے چاہا یا آپ نے چاہا خدا کے مرضی کے مطابق یا اس کے خلاف زندگی بسر کر لی لیکن اگلی نسلیں آپ کی ذمہ داری ہیں اور آئندہ صدی ان اگلی نسلوں کی ذمہ داری ہوگی پس آج اگر آپ نے ان کو قرآن کریم پر قائم نہ کیا تو باقی ساری باتیں جو اس کے بعد بیان ہوئی ہیں ان میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔

قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔ مگر تلاوت کے ساتھ ان نسلوں میں، ان قوموں میں جہاں عربی سے بہت ہی ناواقفیت ہے ساتھ ترجمہ پڑھنا ضروری ہے۔ ترجمے کے لئے مختلف نظاموں کے تابع تربیتی انتظامات جاری ہیں مگر بہت کم ہیں۔ جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا اٹھا سکتے ہیں۔ اسلئے جب میں ایسی رپورٹیں دیکھتا ہوں کہ ہم نے فلاں جگہ قرآن کریم کی کلاس جاری کی یا فلاں جگہ قرآن کریم کی کلاس جاری کی تو میں ہمیشہ تعجب سے دیکھتا ہوں کہ اس کلاس میں سارے سال میں بھلا کتنوں نے فائدہ اٹھایا ہوگا اور جو فائدہ اٹھاتے بھی ہیں تو چند دن کے فائدے کے بعد پھر اس فائدے کو زائل کرنے میں باقی وقت صرف کر دیتے ہیں۔ وہی بچے ہیں جن کو آپ نے قرآن کریم سکھانے کی کوشش کی چند دن بعد ان سے پوچھ کے دیکھیں تو جو کچھ سیکھا تھا سب بھلا چکے ہونگے۔ بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ ہماری جو بڑی نسل ہے اس نے قرآن کریم کی طرف پوری توجہ نہیں دی اور اکثر ہم میں بالغ مرد وہ ہیں جو دین سے محبت تو رکھتے ہیں لیکن ان کو یہ سلیقہ سکھایا نہیں گیا کہ قرآن سے محبت کے بغیر دین سے محبت رکھنا کوئی معنے نہیں رکھتا اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

وقتی طور پر فوائد تو ہیں لیکن ان فوائد کا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ ان کی دین سے محبت، دین کے لئے وقت نکالنا، دین کے لئے محنت کرنا ان کو گھیر کر قرآن کی طرف لے آئے۔ اگر یہ فائدہ نہ ہو تو وہ کوششیں بے کار ہیں کیونکہ قرآن کریم کا پہلا تعارف'' ذالک الکتاب'' ہے۔ وہ کتاب جس کی قوم انتظار کر رہی ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے اس کتاب کا انتظار تھا بنی آدم کو اور جب یہ آ گئی تو کتنے ہیں جو اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ رسول شکوہ کرے گا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ پس آپ وہ قوم نہ بنیں جن سے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو شکوہ ہو کہ اے خدا! میری کہلانے والی، مراد کہلانے کا مضمون اس میں داخل ہے میری کہلانے والی قوم نے اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا، مہجور کی طرح چھوڑ کر چلی گئی۔

پس آج جماعت کینیڈا کی تربیت کی ایک ہی پہچان ہے۔ کیا آپ کے متعلق آنحضرت ﷺ کا یہ شکوہ، جائز تو ہوگا شکوہ، مگر آپ دل میں سوچ کے دیکھیں کہ شکوہ آپ پر اطلاق پائے گا کہ نہیں۔ آپ میں سے کتنے ہیں جن کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت کے دن خدا کے حضور عرض کر سکتے ہیں کہ اے خدا یہ میری قوم ہے جس نے قرآن کو مہجور کی طرح نہیں چھوڑا۔ پس بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور عبادت کی جان قرآن کریم ہے۔ عبادت سے پہلے بھی قرآن ہے یعنی تہجد کے وقت بھی جتنی توفیق ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے قرآن کی تلاوت کیا کرو اور عبادت کے دوران بھی تلاوت ہے اور عبادت کے بعد بھی تلاوت ہے۔

پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے۔ اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی۔ اور یہ وہ پہلو ہے جس کی طرف اکثر مربیان، اکثر صدران، اکثر امراء بالکل غافل ہیں۔ ان کو بڑی بڑی مسجدیں دکھائی دیتی ہیں، ان کو بڑے بڑے اجتماعات نظر آتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ بڑے جوش سے اور ذوق وشوق سے لوگ دور دور کا سفر کر کے آئے اور چند دن ایک جلسے میں شامل ہو گئے لیکن یہ چند دن کا سفر تو وہ سفر نہیں ہے جو سفر آخرت کے لئے ممد ہو سکتا ہے۔ سفر آخرت کے لئے روزانہ کا سفر ضروری ہے اور روزانہ کے سفر میں زادراہ قرآن کریم ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مومن کی مثال اسی طرح دی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تین سو پچپن دن سوتا ہے اور پھر پانچ دس دن کے لئے جاگتا ہے۔ اور سفر شروع کر دیتا ہے۔ فرمایا مومن کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی روزانہ سفر کر رہا ہو۔ کچھ صبح، کچھ شام کو، کچھ دوسرے وقت میں، دوپہر کو کچھ آرام بھی کر لے مگر سفر روزانہ جاری رہنا چاہئے اور ہر سفر کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے زادراہ ہونا چاہئے اور زادراہ تقویٰ بیان فرمایا اور یہی زادراہ ہے جس کو قرآن کریم کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

پس تقویٰ اور قرآن کریم تو روز کے سفر کے قصے ہیں۔ یہ کوئی ایک آدھ دفعہ سال میں سفر کرنے سے تعلق رکھنے والی بات نہیں روزانہ ضرورت ہے۔ روزانہ قرآن کو پڑھنا اور روزانہ تقوی کے سہارے جو زادراہ ہے یعنی جس سے قوت ملتی ہے قرآن کریم سے کچھ نہ فائدہ حاصل کرتے چلے جانا ہے۔ یہ وہ بنیادی امر ہے جس کے لئے صرف تنظیموں کے اجتماعات کی ضرورت نہیں، تنظیموں کے اجتماعات ان باتوں میں نئی دلچسپیاں پیدا کر دیا کرتے ہیں مگر سارا سال دلچسپی قائم رکھنے کے لئے ماں باپ کی دلچسپی کی ضرورت ہے اور ماں باپ تب دلچسپی لے سکتے ہیں کہ پہلے اپنی ذات میں دلچسپی لیں۔ دنیا کے کسی حصے میں پہنچے ہوں ایک دفعہ انہیں عزم کرنا ہوگا کہ ہم نے خدا کی طرف سفر کا آغاز کرنا ہے اور یہ سفر قرآن کے بغیر ممکن نہیں۔ اور قرآن کا سفر زادراہ چاہتا ہے۔ یعنی رستے کا سامان جو ہر مسافر ساتھ باندھ لیا کرتا ہے۔ جب بھی لوگ سفر پہ چلتے ہیں تو سوائے اس کے کہ رستے کے کچھ کھانے پینے کے ہوٹل ایسے ہوں جہاں سے چیزیں خریدنی ہوں مگر عموماً اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ باندھ لیا کرتے ہیں اور تقویٰ ہے جس کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔

پس فرمایا {ذالک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین} اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ شک سے بالا کتاب ہے مگر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ہدایت صرف متقیوں کے لئے ہے، جو تقویٰ سے آراستہ ہونگے ان کے لئے ہدایت کا سامان پیدا کرے گی۔ پس قرآن کا تقویٰ سے مطالعہ یہ دو چیزیں اکٹھی کر دی گئی ہیں بعض اوقات لوگ سال ہا سال تلاوت قرآن کرتے ہیں مگر اس طرح جیسے طوطا رٹی ہوئی باتیں دہراتا ہے۔ اس سے زیادہ ان کو کوئی سمجھ نہیں آتی اور یہ تقویٰ سے عاری سفر ہے۔ سفر تو ہے مگر بھوکے ننگے کا سفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ قرآن کے تعلق میں یہ بات یاد دلاتا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ چیزوں سے بچنے کا حکم ہے، کچھ رستوں کو اختیار کرنے کا حکم ہے اور بنیادی معنوں میں تقویٰ کا یہی معنی ہے کہ پتہ ہو کہ کہاں سے بچنا ہے اور کس رستے پر قدم بڑھانے ہیں۔

تقویٰ کے نتیجے میں انسان قرآن کریم پر جب غور کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معانی عطا ہوتے ہیں چنانچہ اسی مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ''لا یمسه الا المطهرون'' کہ ہاتھ تو بظاہر لوگ لگاتے ہیں لیکن سوائے ان کے جن کو خدا پاک کرے کوئی اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تو دیکھو دونوں مضمون ایک ہی ہیں اور مختلف رنگ میں ایک ہی بات آپ کو سمجھائی گئی ہے کہ **قرآن کریم کے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اس کے کہ شرعی عذر ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔**

تمام بچوں کو اس راہ پر ڈالیں۔ دیکھیں جب سکول کے لئے وہ چلتے ہیں تو آپ کتنی محنت ان پر کرتے ہیں۔ مائیں دوڑتی پھرتی ہیں ناشتہ کراؤ، منہ ہاتھ دھلاؤ، بستے ٹھیک کرواور قرآن کریم کی طرف محنت نہیں ہے۔ یہ ایک دن کا سفر ان کا سکول کی طرف ایسا ہے جس کے لئے آپ کی ساری توجہ مبذول ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کا سفر جس میں آئندہ سفر کی تیاری کرنی ہے یعنی مرنے کے بعد اس کی طرف توجہ نہیں ہے۔ مسجدیں بنانا اچھی چیز ہے مگر مسجدوں کے لئے نمازی بنانا ضروری ہے۔ اگر مسجدیں بنائیں گے اور نمازی نہیں بنائیں گے تو اس کا کیا فائدہ۔ میرے علم میں یہاں ایسی مساجد ہیں جہاں دو نمازیں ہوتی ہیں۔ پانچ ہونی چاہئیں دو کیوں ہوتی ہیں۔ ان مسجدوں کا اس کے سوا پھر کیا فائدہ کہ دنیا کو دکھانے کے لئے کہ ہم نے، جماعت احمدیہ نے ایک بڑی مسجد بنالی ہے دکھانے کے لئے ایک عمارت کا حسن ہے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

اس لئے میں نے امیر صاحب کو رستے میں بھی بار بار تاکید کی، پھر تاکید کرتا ہوں اور آپ سب کو تاکید کر رہا ہوں کہ مسجدوں کی بڑائی کی طرف، ان کی ظاہری عظمتوں کی طرف، ان کے ظاہری حسن کی طرف اگر توجہ اس لئے دی جائے کہ نمازی تو آتے ہیں مزید یہ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، پھر کوئی نقصان نہیں۔ لیکن اگر مسجدوں میں نمازی نہ ہوں تو ہزار ان کو آراستہ کر دیں ان مساجد کا کوئی فائدہ نہیں اور پھر ایسی مسجدیں بڑے اجتماعات کے کام تو آ سکتی ہیں جیسے یہ مسجد آتی ہے مگر روزمرہ ہمارے مختلف جگہ پھیلے ہوئے نمازیوں کے کسی کام نہیں آ سکتیں۔ اس وجہ سے میں نے ہدایت کی ہے کہ آپ سب کو آج تاکید کر رہا ہوں کہ اگر اس ہدایت پر عمل نہ ہو تو آپ عمل کروائیں، نگران ہوں اس بات کے کہ اس ہدایت پر لازماً عمل ہوتا ہے۔

جہاں جہاں چند احمدی ہیں یعنی دو چار، دس گھر احمدیوں کے ہیں ان کے پاس کوئی چھوٹی سی جگہ بھی اگر خرید لی جائے اور وہاں ایک جھونپڑا بھی بن جائے تو یہ وہ مسجد ہے جسے خدا پیار سے دیکھے گا کیونکہ یہ مسجد روزانہ آباد ہوگی، روزانہ اردگرد کے گھر وہاں جایا کریں گے۔ اور چار مسجدیں جو بہت عظیم الشان ہوں سارے ملک میں شور پڑ جائے کہ جماعت احمدیہ نے اتنی بڑی مساجد بنائی ہیں مگر گنتی کے دو چار نمازی جاتے ہوں ان مسجدوں کو خدا کیسے پیار سے دیکھ سکتا ہے کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے لوگوں کی تربیت کی کوئی ضمانت نہیں ہے جن کا دل مسجدوں میں نہیں اٹکتا۔ پس لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اذانوں کی آوازوں کی حد تک جتنے احمدی موجود ہیں کہیں وہاں ایک مسجد کی طرف توجہ دیں۔ اس سلسلے میں کچھ میں نے انتظامی مسائل حل کرنے کے لئے امیر صاحب کو متوجہ کر دیا ہے لیکن آپ اپنی اپنی جگہ اگر اس شعور کو بیدار کریں گے اور احساس کریں گے تو اللہ تعالیٰ توفیق دے دے گا۔

مسجدوں کے سفر میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ غیر معمولی نصرت فرمایا کرتا ہے۔ چند گھروں کو اگر یہ توجہ ہو کہ ہم نے اپنے درمیان ایک مسجد بنانی ہے تو اللہ کے فضل سے ساتھ ان کو توفیق مل ہی جایا کرتی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ اب اس بات کو بھلا دیں کہ گھروں کو مسجدیں بنایا جائے یعنی وہاں لوگوں کو بلایا جائے اور یہی کافی ہو یہ ہرگز کافی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں گھروں کی مسجد تو گھر والوں کے لئے ہوا کرتی تھی اور محلے کی مسجد الگ بنتی تھی جہاں ہر آدمی جب چاہے جا سکے۔ یہ جو فرق ہے اس کو لوگ ملحوظ نہیں رکھتے۔ نماز کو قائم رکھنے کی خاطر اس خیال سے کہ عبادت جاری رہے اس قسم کی ہدایتیں میں دیتا رہا ہوں کہ اور کچھ نہیں تو بعض گھروں کے کمروں کو مسجد بنا لو لیکن وہ کمرے مسجد کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے کیونکہ مسجد کے تقاضوں میں یہ بات داخل ہے جب چاہے خدا کا بندہ ان میں داخل ہو جائے اور اپنے رب کو پکارے اب کسی کے گھر کوئی کیسے وقت بے وقت پہنچ سکتا ہے۔

بعض لوگوں کو آدھی رات کو دل میں غیر معمولی جذبہ اٹھتا ہے کہ چلو مسجد جا کے آج رات مسجد میں گزاریں گے۔ کون ہے جو اپنے گھر کو اس طرح لوگوں کے لئے کھلا چھوڑ سکتا ہے اور کون ہے جو جانا پسند کرے گا کیونکہ اللہ کے گھر تو کوئی پابندی نہیں، ہر ایک کے لئے برابر ہے۔ پس اس پہلو سے **ایسی آبادیوں میں جہاں آٹھ دس پندرہ احمدیوں کے گھر ہوں وہاں ضرور کچھ نہ کچھ مسجد کا کام کریں اور ابتداء اس کی زمینیں لینے سے ہو سکتی ہے۔** بہت بڑی زمینوں کی ضرورت نہیں جتنی توفیق ہے لے لیں۔ اور مسجد کے تعلق میں یاد رکھیں کہ خدا پھر خود توفیق بڑھایا کرتا ہے۔ ایک دفعہ شروع کر دیں پھر آگے اس کو انجام تک پہنچانا یہ اللہ کا کام ہے **مگر ہر مسجد کو نمازیوں سے بھرنا چاہئے ہر مسجد میں پانچ وقت نماز ہونی چاہئے۔**

اگر سارے مرد کام پر چلے جائیں تو عورتیں بھی جا کے مسجد کو آباد کر سکتی ہیں۔ عورتوں کا مسجد میں جانا منع نہیں ہے۔ ان پر فرض عائد نہیں کیا گیا کیونکہ انہوں نے دوسرے کام کرنے ہیں مگر بسا اوقات جنگوں کے زمانوں میں، جہاد کے وقت جب مرد کوئی کام نہ کر سکیں تو عورتوں کو بلایا جاتا ہے تو مسجدوں کو آباد کرنا ہے اگر مرد کسی وجہ سے، مجبوری کی وجہ سے نہ کر سکیں تو عورتیں جائیں اور مسجدوں کو آباد کریں۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ جب غیر آتا ہے تو پھر عورت کے لئے باپردہ ہونا ضروری ہے۔ پس اس پہلو سے یہ احتیاط لازم ہے کہ اگر عورتوں کو مسجد میں جانا پڑے تو الگ ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں غیر مردوں کا آنا جانا نہ ہو اور اس کے لئے ہم نے مساجد میں پردے لٹکانے کا انتظام کیا ہوا ہے، کم سے کم مسجد تو آباد ہو جائے گی۔ لیکن پردے میں خواتین جا کے نماز پڑھیں اگر کوئی مرد اتفاقاً آ جاتا ہے تو وہ دوسری کھلی جگہ جا سکتا ہے تو مسئلے کو اگر مسئلہ سمجھا جائے تو اسے سلجھانے کے کئی رستے نکل آیا کرتے ہیں لیکن ایک مسئلہ بنے ہی نہ، سوال ہی نہ اٹھے تو اسے حل کیسے کریں گے۔

پس قرآن کریم کی اس ہدایت کی طرف توجہ دیں کہ **قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے اور تقویٰ کے بغیر قرآن کریم کے مقاصد حل نہیں ہو سکتے اور تقویٰ کا بہت گہرا تعلق مسجد سے ہے، اتنا گہرا کہ مسجد کے بغیر انسان کو تقویٰ آتا نہیں اور متقی کے بغیر مسجد کو زینت نہیں ملتی۔** قرآن کریم نے اس مضمون کو بہت کھول کے بیان فرمایا ہے کہ مسجدوں میں جاؤ تو اپنی زینت یعنی تقویٰ کو ساتھ لے کے جاؤ اگر بغیر زینت کے جاؤ گے تو مسجد ویران دکھائی دے گی جہاں بظاہر متقی ہونگے، بظاہر نمازی ہونگے مگر حقیقت میں اللہ کے نزدیک وہ مسجد ویران ہوگی۔ یہ جو ویرانی کا آبادی کے ساتھ ایک تعلق ہے اس تعلق کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری زمانے کی مساجد کے ذکر میں بیان فرمایا۔

فرمایا "مساجدهم عامرة و هي خراب من الهدىٰ" پس میں جو کہتا ہوں کہ مسجدیں آباد ہو کر بھی ویران ہو سکتی ہیں یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کا عرفان ہے جو آپؐ کی زبان سے ہم تک پہنچا ہے، فرمایا وہ ایسے لوگ ہونگے کہ ان کی مسجدیں آباد تو ہونگی مگر ویران ہونگی۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے جہاں یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ مسجد کی رونق اپنے ساتھ لے کر جایا کرو "خذوا زینتکم عند کل مسجد" ہر مسجد میں جہاں بھی جاؤ اپنی زینت ساتھ لے کر جاؤ اور زینت کیا ہے؟ تقویٰ۔ قرآن کریم نے زینت کو ہی تقویٰ قرار دیا ہے پس ہر شخص کا متقی ہونا ضروری ہے ورنہ مساجد کو آباد نہیں کر سکتا۔ اور اگر متقی مساجد کو آباد کرے گا تو ان مساجد میں اتنی برکت پڑے گی کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ چھوٹی مساجد کو اللہ تعالیٰ وسیع تر کرتا چلا جائے گا کیونکہ ہر مسجد کا لازماً آباد رکھنا ضروری ہے۔ اسی آیت کا اگلا حصہ بیان فرماتا ہے "هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب" کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ فی الحقیقت بہت کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو غیب پر ایمان نہیں لاتے۔ جب تک غیب دور ہٹا ہوا ہے ان سے کوئی تقاضے نہیں کرتا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جہاں اپنی ذات کا تقاضا غیب سے ٹکرائے وہاں غیب کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی ذات کو ترجیح دے دیتے ہیں۔

غیب پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ جو نظر نہیں آ رہا، ایک معنٰی یہ ہے کہ بہت سے معانی ہیں، مگر ایک یہ معنی ہے کہ اللہ جو دکھائی نہیں دے رہا اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ دکھائی دینے والی چیزوں پر اس غیب کو ترجیح دیتے ہیں اور جو نظر آ رہا ہے اس پر جو نظر نہیں آ رہا اس کو فوقیت دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لانے والے

ہیں اوران کے لئے ''ذالک الکتاب'' کا ہونا شرط ہے وہ کتاب جس میں شک کوئی نہیں۔پس قرآن کریم جو شک دور کرتا ہے وہی شک ہیں جو خدا کی ذات سے دور کئے جاتے ہیں اورغیب پر ایمان کے لئے ان شکوک کا دور ہونا لازم ہے اوراس کی چابی خدا تعالیٰ نے قرآن میں رکھ دی ہے۔پس یہ آیت مسلسل ایک مضمون کو آگے بڑھا رہی ہے۔

وہ لوگ جو کلام الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں کچھ عرصے کے بعد قرآن کریم ان کو شک سے پاک دکھائی دینے لگتا ہے تو جو وہ محنت کرتے ہیں تقویٰ کے ساتھ جہاں لوگوں کے لئے شک ہے وہاں ان کے لئے شک دور ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ سب اندھیروں کو قرآن کریم اجالوں میں بدلنے لگتا ہے۔ایسے مقام پر پھر خدا ایک حقیقت دکھائی دیتا ہے وہ غیب نہیں رہتا۔اس کے متعلق سارے شکوک قرآن کریم باطل فرما دیتا ہے اور جب وہ خدا کو غیب ہوتے ہوئے یعنی اس کے دکھائی نہ دینے کے باوجو،اس کے سنائی نہ دینے کے باوجود، اس کے محسوس نہ ہونے کے باوجود اپنے حاضر پر ترجیح دیتے ہیں ان کا غیب ان پر قبضہ کر لیتا ہے۔ایسے لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا ''ویقیمون الصلوٰۃ'' یہ ہیں جن کی نمازیں سچی نمازیں ہیں اور پھر ان کو ''یقیمون الصلوٰۃ'' کہہ کر فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو نماز کا حق ادا کرتے ہیں۔

سفر نماز ہی سے شروع ہوا کرتا ہے لیکن اس نماز کو جو روزمرہ اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں یا مسجدوں میں بغیر خاص توجہ کے پڑھ لیتے ہیں ان کو قرآن کریم ''اقامۃالصلوٰۃ''،نہیں فرماتا وہ مصلین ہیں جن کی مختلف حالتیں ہیں۔بعض نماز ادا کرنے والے ایسے ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان کو برکت ملتی ہے، رفتہ رفتہ ان کی نمازوں میں ترقی ہوتی ہے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ جن کے متعلق فرمایا کہ نمازی تو ہیں مگر اللہ کی لعنت ہوان پر۔ پس ایسے نمازی بننا جن پر خدا لعنت ڈالتا ہے یہ کس حساب میں لکھا جائے گا۔زندگی کا کیا مقصد ہے جو اس سے پورا ہوگا۔فرمایا''فویل للمصلین الذین هم عن صلوتهم ساهون'' ہلاکت ہو،لعنت ہو ایسے نمازیوں پر جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔پس نماز اکیلے بھی ہو سکتی ہے اس کو قیام نماز بھی کہیں مگر وہ نماز جس میں قیام کی کوشش کی جاتی ہے وہ نماز بالآخر ایسے مقام تک پہنچ جاتی ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے ''یقیمون الصلوٰۃ'' کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔

اب نماز کے قیام کے لئے مسجدیں، جیسا کہ میں نے بیان کیا ضروری ہیں لیکن اور بہت سے ایسے کام ہیں جن کی طرف ہمیں متوجہ ہونا ہے اور متوجہ کرنا ہے۔اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا ہے جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو شاذ کی نمازیں ایسی ہیں جو مرکزی جلسوں یا خاص ماحول میں ادا کی جائیں۔ان میں ان کے دلوں پر کچھ خضوع بھی آجاتا ہے، جذبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن اکثر نمازیں اس طرح پڑھتے ہیں کہ نماز سے جتنی جلدی ممکن ہو پیچھا چھڑا لیا جائے اور فرض پورا کر لیا جائے اور توجہ دوسری طرف ہوتی ہے۔یہ وہ مصلین ہیں'' هم عن صلوتهم ساهون''،جن کے متعلق فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ نماز سے غافل ہیں۔بسا اوقات ساری نماز گزر جائے گی اور حاصل کچھ بھی نہیں ہوگا۔یہ وہ نمازی ہیں جو مسجدوں میں جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کو مسجدیں ویران رہتی ہیں ان مسجدوں میں کوئی بھی برکت نہیں پڑتی۔یہ وہ بنیادی کام ہیں جن کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب برپا نہیں کر سکتے۔تبلیغ کا جو جوش ہے،مالی قربانی جس کا بعد میں ذکر آیا اس میں بھی جوش ہے۔چنانچہ فرمایا''یقیمو ن الصلوٰۃ و مما رزقنٰهم ینفقون''جو کچھ ہم ان کو دیتے ہیں اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خرچ کر دیا یہ بہت کافی ہو گیا۔اور کئی ایسے احمدیوں کی مثالیں مجھے دی گئی ہیں جو چندے ادا کر دیتے ہیں مگر نمازوں سے غافل ہیں۔چندے ادا کر دیتے ہیں مگر دینی امور میں دلچسپی نہیں ہے مگر قرآن کریم نے یہاں مال کا ذکر نہیں فرمایا اور اکثر لوگ یہ بھول جاتے ہیں مال کی شرط کو نماز کے بعد رکھا ہے مگر مال کے طور پر نہیں۔فرمایا'' و مما رزقنٰهم ینفقون''ہم نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

پس یہ خیال اگر کسی کے دل میں ہو کہ چندے دے دئے ہیں جو ظاہری مال ہے اور خدا ہی عطا فرماتا ہے اس میں سے کچھ دے دیا تو اس آیت کا حق ادا کر دیا۔اس آیت کا حق تب ادا ہوگا کہ غیب پر حقیقی ایمان ہو۔پس نماز پر پوری طرح قائم ہوں اور پھر جو کچھ خدا آپ کو دیتا ہے اس میں آپ کی عقل ہے،آپ کی مہارت ہے،آپ کی اولاد ہے،آپ کے اثاثے ہیں،آپ کی دیگر ذہنی اور قلبی صلاحیتیں ہیں یہ تمام تر خرچ کرتے ہیں۔اور یہ نہیں فرمایا کہ کس پر خرچ کرتے ہیں یعنی ایسے خدا کے مومن بندے جن کی شرائط یہ ہیں کہ قرآن کریم کو تقویٰ کے ساتھ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کریم ان کو ہدایت دینے لگتا ہے تو قرآن ان کی ہدایت کا موجب بنتا ہے۔تو پھر ان کو غیب پر سچا ایمان آتا ہے یعنی اللہ پر جو دکھائی نہیں دیتا اور خدا سے تعلق رکھنے والے جتنے غیب ہیں وہ سارے اسی ایک لفظ غیب میں شامل ہیں،حقیقی ایمان لے آتے ہیں۔

جب غیب پر حقیقی ایمان لے آتے ہیں تو پھر ان کی نمازیں قائم ہوتی ہیں اس کے بغیر ان کی نمازیں قائم نہیں ہو سکتیں۔اور جب نمازیں قائم کرتے ہیں تو آخری بات یہ بیان فرمائی''ومما رزقنٰهم ینفقون''پھر جو کچھ ہم ان کو دیتے ہیں وہ اس میں سے لازماً خرچ کرتے ہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کی وہ صلاحیتیں عطا ہوئی ہوں اور وہ خرچ نہ کریں۔ان کی صلاحیتوں میں سے انسان کی توجہات ہیں اور انسان کو خدا تعالیٰ نے جو بھی نعمتیں جس رنگ میں عطا فرمائی ہیں رشتے ہیں،اموال ہیں،ذہنی اور قلبی طاقتیں ہیں یہ سب کچھ '' مما رزقنٰهم''میں داخل ہیں،اس کو خرچ کرتے ہیں۔خرچ کرنے میں یہ بیان نہیں فرمایا کہ کس پر خرچ کرتے ہیں اس لئے اس مضمون کو کھلا چھوڑ کر اس آیت میں بے انتہا معانی داخل فرما دئے ہیں۔

سب سے پہلی چیز وہ اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں۔چنانچہ قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ اس مضمون کو کھولا ہے کہ تم اپنے نفس کے لئے خیر خرچ کرو یعنی ایسا خرچ کرو

جس کا تمہارے نفسوں کو فائدہ پہنچے۔ پس اپنے لئے بھی خرچ کرنا خدا کی خاطر خرچ کرنا ہے، اگر ان شرائط کو پورا کریں۔ پس اپنی سب چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی اپنے قدم خدا کی طرف بڑھانے کے لئے اپنے اوپر اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ وہ ممد اور مددگار ہو جائیں۔ اب ''ممـا رزقنٰھم'' میں وہ لوگ داخل ہیں جن کے پاس کاریں ہیں، وہ دور کے سفر کر کے نمازوں کے لئے پہنچ جاتے ہیں تو ''مما رزقنٰھم'' میں ان کی کاریں، ان کی سہولتیں شامل ہو جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے بچوں پر وقت خرچ کر کے محنت کرتے ہیں اور ان کو خدا والا بنانے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی ''مما رزقنٰھم'' میں آجاتے ہیں۔

تو اموال کو سر دست ایک طرف رکھیں یہ دیکھیں کہ آپ نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اپنی صلاحیتوں سے کیا فائدہ اٹھایا۔ اگر آپ وہ طاقتیں جو خدا نے آپ کو عطا کی ہیں ان کو اپنے اوپر اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ خدا کے قریب تر ہو سکیں تو اپنے اوپر خرچ ہو یا اپنی اولاد پر خرچ ہو یہ سب خدا ہی کی خاطر خرچ ہے اور غریبوں کی باری اور اموال کو جماعت کو پیش کرنے کی باری بعد میں آتی ہے۔ اگر یہ پہلے خرچ نہ ہوں تو دوسرے خرچ ضائع ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ خدا کے حضور جو تحفے ہیں ان میں نیکی ہونا لازم ہے ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون'' تم نیکی کو پا ہی نہیں سکتے، ہرگز نہیں پاؤ گے جب تک جن چیزوں سے محبت ہے ان کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

اب دیکھیں محبت کے تقاضے انسان کو اپنی ساری زندگی میں ہر طرف پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ماں کو بچے سے محبت ہے اس میں کوئی شک نہیں مگر اگر اللہ کی محبت غالب ہو تو بچے کو خدا والا بنانے پر اس کی زیادہ توجہ ہوگی۔ اپنی طاقت کو پہلے اس بات پر خرچ کرے گی کہ میرا بچہ خدا والا بنے اور سکول والا بعد میں بنے گا خدا والا پہلے بنے گا۔ جو جو خدا والا بچہ ہے وہ جہاں بھی جائے اللہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ **ایک ایسی سوسائٹی میں جہاں ہر طرف شیطان کی آوازیں آپ کو بلا رہی ہیں اگر آپ کے بچوں کو نمازوں کی عادت نہیں ہے تو وہ بچے نہ آپ کے کام آسکیں گے نہ اپنے نہ آئندہ نسلوں کے کام آسکیں گے۔** کیونکہ انہوں نے لازماً رفتہ رفتہ بھٹکتے بھٹکتے دور چلے جانا ہے۔

پس نمازوں کے قیام میں یہ ساری باتیں اپنے پیش نظر رکھیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہلے نمازوں کی عادت ڈالنا، پھر نمازوں کو کسی چیز سے بھرنا یہ دو باتیں ہیں جو ایک لامتناہی سفر ہے۔ **ایسا وقت آنا چاہئے اور جلد آنا چاہئے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگلی صدی سے پہلے پہلے آنا چاہئے کہ آپ میں سے ہر ایک کے خاندان میں ہر شخص نمازی ہو جائے** اور یہ سفر وہ ہے جس کے متعلق میں نے شروع میں کہا تھا کہ نظام جماعت مستقلاً اس کو جاری نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نظام جماعت کا ایسے ملک میں جہاں آپ ہزار ہا میل پہ پھیلے پڑے ہیں، جہاں بسا اوقات ایک گھر کا دوسرے سے رابطہ کرنے کے لئے بھی سو سو دو سو چار چار سو میل کا سفر کرنا پڑتا ہے، بعض دفعہ ہزار میل کا سفر کرنا پڑتا ہے وہاں نظام جماعت میں طاقت ہی نہیں کہ وہ سب تک پہنچ سکے۔ مگر نظام قرآن میں یہ طاقت ہے اور قرآن کریم نے شروع ہی میں آپ کو یہ سادہ طریق سمجھا دیا ہے۔ ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ دے، قرآن کے معانی کی طرف توجہ دے، ایک بھی گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہو اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

ایسے بچوں کے دل میں پھر سوال بھی اٹھتے ہیں اور وہ سوالات بسا اوقات مجھے اس وقت نظر آتے ہیں جب کسی مجلس سوال و جواب میں بیٹھا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ بعض بچے ایسے ضرور ہیں جو قرآن پڑھ رہے ہیں اور قرآن پڑھنے کے بعد پھر ان کے دل میں سوال اٹھتے ہیں۔ ان سوالات کے حل کے دو طریق ہیں۔ ایک تو یہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ تم اولوالعلم کے پاس جایا کرو اور اولوالعلم وہ لوگ ہیں جو آپ کی جماعتوں میں موجود ہیں۔ اس کے لئے سال یا دو سال میں کسی ایک مجلس کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ مربی ہیں، دوسرے بزرگ ہیں جن کو قرآن کریم سے محبت ہے۔ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے کثرت سے تفاسیر پڑھی ہوئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ ہر جماعت میں ایسے ایک دو انسان ضرور ہونگے جن کو دینی علم بڑھانے کا شوق ہے، ان کے پاس جانا چاہئے، ان سے پوچھنا چاہئے اور روز بروز اپنے مسائل حل کرنے چاہئیں۔

اور اس سے بڑھ کر دوسرا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ آپ کو سمجھا دے۔ بچپن سے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ وہ چیز ہے جس کی طرف توجہ دلائی ہے اور مجھے کبھی علماء کے پاس نہیں جانا پڑا۔ جب بھی سوال اٹھتا تھا ایک بات لازماً میری مددگار ہوتی تھی۔ ''یـومـنون بالغیب'' یہ کامل ایمان تھا کہ اس سوال کا جواب موجود ہے میرے لئے غیب ہے مگر میں ایمان رکھتا ہوں۔ اس غیب پر ایمان رکھتا ہوں جس پر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مومن بندے ضرور ایمان رکھتے ہیں اور اس ایمان کے نتیجے میں وہ غیب جو لوگوں کے لئے غیب رہتا ہے آپ کی دعا کے ذریعے آپ کے قریب آجاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ خدا سے دعا مانگیں کہ مجھ اس مضمون کی سمجھ نہیں آرہی ایمان ضرور ہے کہ تو سچا ہے ایمان ہے کہ اس میں شک کوئی نہیں تو آپ حیران ہونگے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کی سوچوں میں برکت ڈالے گا اور اپنے فضل کے ساتھ آپ کے مسائل حل کرے گا۔

اس مضمون کو میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا اس میں ایک خطرہ بھی ہے اور اس راہ کے خطروں سے آپ کو آگاہ کرنا لازم ہے۔ بعض لوگ جو یہ سفر کرتے ہیں تو اپنے

حاصل کردہ مطالب کو پھر وہ اپنی اہمیت دیتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ مل گیا ہے اور وہ اپنی بڑائی بتانے کی خاطر بعض دفعہ مجالس میں سوال کرتے ہیں اس مسئلے کا حل بتاؤ اور وہ سمجھتے ہیں ہمارے سوا کسی کو نہیں پتہ چلے گا۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ان کا حل غلط ہوتا ہے کیونکہ سفر کے آغاز سے پہلے نیت کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ اللہ خدا سے سوال کریں اللہ کی خاطر اور انکسار کے ساتھ اور تقویٰ کا ایک معنی انکسار بھی ہے ۔ جتنا بڑا متقی آپ دیکھیں گے اتنا ہی زیادہ وہ منکسر ہوگا۔ وہ اپنے نفس کو اتنا ہی خدا کے حضور جھکائے گا۔ وہ جب سوال کرتے ہیں تو لازماً اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دیتا ہے کیونکہ جن کے دل میں انانیت ہو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خود سیکھ لیا ہے اور یہی سب کچھ ہے اور یہ نہیں معلوم کرتے کہ قرآن کریم کی دوسری آیات مضمون سے ٹکرا رہی ہیں اور قرآن کی ہر آیت، دوسری آیت کو تقویت دینے والی ہے نہ کہ اس میں شک پیدا کرنے والی۔

پس جو بھی ماحصل ایسے لوگوں کا ہوگا جس میں قرآن کریم سے شک دور ہونے کی بجائے شک پیدا ہوگا ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں کہ جن کو "لاریب فیہ ھدی للمتقین" کے مضمون کی سمجھ نہیں آئی۔ غیب تو کوئی نہیں ہے مگر متقی ہونا ضروری ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے جب آپ دعا کر کے قرآن کریم کے مضامین کو سمجھیں یا اس سے التجا کریں کہ وہ آپ کو سمجھائے تو متقی بنیں اور پھر چونکہ اولوالعلم کے پاس عام لوگوں کا جانا ضروری ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں اور تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کا مطالعہ کریں اور ساتھ ساتھ اپنے حاصل کردہ کو پرکھتے رہیں۔ اگر وہ ان کسوٹیوں پر پورا نہ اترے جو اولوالعلم کی کسوٹیاں ہیں تو اس کو چھوڑ دیں اور تقویٰ اختیار کریں پھر آپ کے دل کو ہر قسم کے شک سے پاک کیا جائیگا مگر قرآن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ براہ راست بھی اس سے کچھ چکھیں اور اللہ تعالیٰ کے مضامین لامتناہی ہیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسے غور کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کچھ نکات عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ متقی ہوں تو وہ فتنے کا موجب نہیں بنتے۔ اگر وہ متقی نہ ہوں تو وہی نکات تردد اور شک اور فتنوں کا موجب بن جایا کرتے ہیں اور یہ منازل بعد کی منازل ہیں۔ لیکن آغاز میں وہ برتن تو حاصل کریں جن کو بھرنا ہے اور اکثر جگہ برتن موجود نہیں۔ یہ مجھے فکر ہے جو اس سفر کے دوران پہلے سے بہت زیادہ بڑھکر میرے سامنے ابھری ہے۔ بھاری تعداد میں ایسے احمدی گھر ہیں جن کو روزانہ پانچ وقت نمازیں پڑھنے اور بچوں کو پڑھانے کی توفیق نہیں ملتی اور ایسے ہیں جن کو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کی اور بچوں کو تلاوت قرآن کریم کروانے کی توفیق نہیں ملتی۔ اب یہ لوگ ہیں جن کے گھروں میں آسمانی دودھ کے نازل ہونے کے لئے برتن بھی موجود نہیں۔ اگر برتن نہیں ہوگا تو بارش کے دوران آپ چلو بھر پانی پی کر پیاس تو بجھا سکتے ہیں مگر جب بارش آ کے گزر جائے اور ہر طرف خشکی ہو تو آپ کے پاس کچھ بھی پیاس بجھانے کے لئے نہیں ہوگا۔

پس نمازوں کا آغاز نمازوں کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے۔ تلاوت کا آغاز تلاوت کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے اور برتن سے میری مراد یہ ہے کہ شروع کر دیں تلاوت پھر رفتہ رفتہ علم بڑھائیں اور تلاوت کو معارف سے بھرنے کی کوشش کریں، معارف سے پہلے علم سے بھرنے کی کوشش ضرور کریں۔ اور اگر آپ اس ترتیب کو سامنے رکھیں گے تو وہ جو لغزش میں نے بیان کی تھی اس سے کسی حد تک بچ سکتے ہیں۔ عرفان سے پہلے عمل ہونا چاہئے اور بغیر علم کے جو عرفان ہے یہ خیالی عرفان ہے، اکثر ٹھوکروں والا عرفان ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اولوالعلم کہہ کر متوجہ فرمایا کہ تم نے کچھ پوچھنا ہے تو اولوالعلم سے پوچھا کرو اور آنحضرت ﷺ کے عرفان کا ذکر بعد میں فرمایا ہے علم کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔ "یعلمھم الکتاب و الحکمة" پہلے کتاب کی تعلیم دیتا ہے حکمت یعنی عرفان کی باتیں بعد میں آتی ہیں۔

تو وہ نوجوان جو بڑے ہوں یا چھوٹے اگر وہ قرآن کریم پڑھتے ہوئے اس کا علم نہیں رکھتے یعنی ظاہری معانی جو عربی زبان سے حاصل ہو سکتے ہیں اس پر توجہ نہیں کرتے تو ان کو مجلسیں لگا کر عرفان کی باتیں کرنے کا حق ہی کوئی نہیں۔ وہ جاہل ہیں اور لوگوں کو بھی جہالت کی طرف بلانے والے ہیں وقتی طور پر اپنی بڑائیاں دکھاتے ہیں مگر حقیقت میں ان کو قرآن کریم کا علم ہی نہیں ہے۔ تو علم کے حصول کے لئے پھر رفتہ رفتہ ترقی ہوتی ہے بہت سی لغات کی کتب ہیں جن کو دیکھنا پڑتا ہے، بہت سے علماء سے استفادہ کرنا پڑتا ہے تو بنیادی طور پر پہلے علم کو بڑھائیں۔ اور علم کو بڑھائیں گے تو علم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی طرف بھی متوجہ ہونگے کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف آپ کے بچے ابھی توجہ دے نہیں سکتے۔ اس لئے میں آپ کو بعد کی باتیں بھی اشارۃً بتا رہا ہوں لیکن فی الحقیقت زور اس بات پر دے رہا ہوں کہ آغاز کی باتوں کو پکڑ لیں اور آغاز کی باتوں پر قائم ہو جائیں باقی باتیں اللہ سنبھال لے گا۔ اور آغاز کرنے والوں کو خدا تعالیٰ خود انگلی پکڑ کر سفر کے آخر تک پہنچا دیا کرتا ہے اور سفر کے آخر سے مراد یہ ہے کہ موت تک وہ اس سفر میں ہمیشہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اس سفر کا کوئی آخر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کینیڈا کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے اور باقی دنیا کی جماعتوں کو بھی۔ **میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔** اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے۔ اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہیں کرو۔ اور جب یہ آپ کام کر لیں گے تو پھر ارد گرد مساجد بنانے کی کوشش کریں اور ان نمازیوں کو گھروں سے مساجد کی طرف منتقل کریں کیونکہ وہ گھر جس کے بسنے والے خدا کے گھر نہیں

بساتے قرآن کریم سے اور آنحضرت ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ایسے گھروں کو ویران کر دیا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ان تقاضوں کو پورا کریں۔

اب مساجد کی باتیں ہو رہی ہیں تو ایک ایسی خبر جس سے جماعت کو تکلیف پہنچی ہے اور پہنچے گی جو سنیں گے وہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ مسجد احمدیہ دوالمیال وہ مسجد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے ہی جماعت احمدیہ کے قبضے میں رہی ہے کیونکہ وہ صحابی جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا وہی نمازی تھے جو اس مسجد کے نمازی تھے اور ان کے امام بھی ساتھ ہی احمدی ہو گئے۔ پس پوری کی پوری مسجد اپنے نمازیوں سمیت احمدی ہوئی اور سو سال سے زائد عرصے سے یہ ہمارے پاس چلی آ رہی تھی۔اس سال شروع میں جنوری میں وہاں کے مولویوں نے شرارت شروع کی اور ایک سول جج کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر کیا گیا کہ اس مسجد میں احمدیوں کا داخلہ بند کیا جائے کیونکہ یہ احمدیوں کی مسجد نہیں، جب یہ تعمیر ہوئی تھی تو سو سال پہلے غیر احمدیوں نے تعمیر کی تھی۔

اول تو اتنی احمقانہ بات، اس سول جج کو اتنی سی بات تو دکھائی دینی چاہئے تھی کہ ایک سو سال سے ان کے قبضے میں چلی آ رہی ہے اب ان کو کیا سوجھی ہے۔اگر مقدمہ کرنا تھا تو اس وقت کرتے لیکن ضیاء الحق کے آرڈیننس سے بھی فائدہ اٹھانا تھا تو اس کو بھی تو مدت گزر چکی آج کون سی نئی بات ہوئی ہے کہ اس مسجد کو احمدیوں سے خالی کروایا جائے۔ اگر آرڈیننس کا عذر ڈھونڈتے ہیں تو آرڈیننس کو آئے ہوئے لمبا عرصہ گزر گیا کسی نے مقدمہ کیا؟ کسی نے کیوں نہیں مقدمہ کیا مگر ملی بھگت ہوئی ہے اور ایسی جاہلانہ شرارت ہے کہ عقل اس شرارت پر لعنت ڈالتی ہے۔ جب مقدمہ ہوا تو جج صاحب نے کچھ ایسی باتیں کہیں جس پر وہاں کی جماعت نے، ہمارے وکلاء وغیرہ نے اس بات پر مجھے اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ یہ جج پہلے تو مخالف ہوا کرتے تھے اب کچھ ٹھیک ہو رہے ہیں۔ میں نے اس پر جواباً ان کو لکھا کہ آپ کو ٹھیک دکھائی دے رہے ہیں مجھے ٹھیک نہیں دکھائی دے رہے انہوں نے آخر گڑ بڑ کر جانی ہے کہیں۔لیکن خوش فہمی کا شکار لوگ اسی طرح رہے کہ ہاں جی اچھی اچھی باتیں کر رہے ہیں۔اور اچانک ۳۰ ؍جون کو ان صاحب نے ہمارے خلاف فیصلہ جاری کر دیا اور کہا کہ احمدی مسئول علیہم مسجد میں داخل نہ ہوں اور نمازیں ادا نہ کریں۔اور اس فیصلے سے چار دن پہلے غیر احمدیوں کی مسجد کے امام نے اس کا یہ فیصلہ لوگوں کو سنا دیا۔اب جہاں عدالتوں کا یہ حال ہو تقویٰ سے عاری فیصلے ہوں وہ اگر نمازی وہاں جائیں گے بھی تو مسجد کو سوائے اس کے کہ ویران سے ویران تر کر دیں، اپنی ویرانیاں ساتھ لے کر جائیں اور احمدیوں کے خلاء سے جو ویرانی پیدا ہوگی اس کو اور بھی زیادہ ویران بنا دیں گے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔مگر آپ کو، جماعت کو مطلع کرتا ہوں کہ جو کوششیں ہیں جماعت کی طرف سے وہ تو ہونگی مگر احمدیوں کو مسجد سے کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ **یہ یقین رکھیں ساری دنیا بھی زور لگائے تو احمدیوں کو مسجد سے محروم نہیں کر سکتی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا نے میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔** اب لگالیں زور۔

میں نے ان کو کہلا کے بھجوایا ہے کہ گلیوں میں نمازیں پڑھو۔تم نے دکھاوا تو نہیں کرنا خدا کی خاطر نمازیں پڑھنی ہیں۔تو گلیوں میں نمازیں پڑھو اور خدا کو پکارو کہ تیرے رسول نے ہمیں بتایا تھا کہ یہ تمہارے لئے مسجد بنا دی گئی ہے اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ ان کوششوں میں کیسی برکت ڈالتا ہے احمدیوں سے پہلے بھی جب بھی مسجد چھیننے کی کوشش کی گئی یا چھینی گئی تو خدا نے اس کے بدلے ہمیں سینکڑوں ہزاروں مساجد عطا فرمائیں۔اب بھی جماعت احمدیہ کینیڈا کو میں مساجد ہی کی طرف متوجہ کر رہا ہوں تو اب دو یا چار مسجدوں کا انتظار نہ کریں جو بہت عظیم الشان دکھائی دیں، انسان کو عظیم الشان دکھائی دیں اور اللہ کی نظر میں ان کی کوئی بھی قیمت نہ ہو۔ **ایسی مسجدیں بناؤ جو چاہے دو دو چار چار کی ہوں چاہے وہ خدا کی نظر میں عظمت رکھتی ہوں کیونکہ وہاں جانے والے تقویٰ کی زینت لے کر جائیں اور اللہ کے پیار کی نظر ان مساجد پر پڑے اور نمازیوں پر** پڑے اس طرف توجہ دیں اور پورا زور لگائیں کہ زیادہ سے زیادہ مساجد سے آپ نے کینیڈا کو آباد کر دینا ہے۔اور تقویٰ والے نمازی ان مساجد میں جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ذاتی تجربہ حاصل کریں۔

دور کی نظر سے رحمتیں دیکھنا اور بات ہے۔ بادل کو آپ سو میل دور برستے دیکھیں تو مزہ تو شاید آئے گا لیکن کہاں آپ کے گھر پہ بادل کا برسنا۔تو ان مساجد پہ خدا کی رحمتیں برستی خود دیکھیں پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجدیں بنانا کیا مقام رکھتا ہے اور ان مساجد کو خدا کی خاطر آباد کرنا کیا مقام رکھتا ہے۔ایسے لوگوں کے گھر خدا آباد کر دیتا ہے ان کی نسلوں کے گھر آباد کرتا ہے۔**آپ ایک مسجد خدا کی خاطر بنائیں، خدا اس کے نتیجے میں آپ کے گھروں کو نسلاً بعد نسل آباد کرتا چلا جائے گا۔** پس میں امید رکھتا ہوں کہ تقویٰ کے ساتھ اس قدم کو آگے بڑھائیں گے۔

اور اب آخر پر ایک نماز جنازہ کے متعلق اعلان کرنا ہے میرے عزیز جو میری بیگم آصفہ کے بڑے بھائی تھے مرزا نسیم احمد صاحب ان کی وفات کی پرسوں اطلاع ملی ہے۔ وہ ہمارے بچپن کے کھیلے ہوئے تھے ۴ ؍اگست ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے گویا مجھ سے تقریباً دو سال بڑے تھے لیکن کبھی ہمیں اپنی عمر کا تفاوت معلوم نہیں ہوا اور ہمیشہ ایک ہم عمر کی طرح بچپن میں بے تکلف دوست کے طور پر بڑھے۔ان کے متعلق میں پہلے تو یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ جن کو الہام کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق ملی اور اس لحاظ سے حضرت مصلح موعود تین کو چار کرنے والے بنے یعنی تین بیٹے روحانی طور پر

تھے اور چوتھا اس میں داخل ہوتا تھا۔ پس حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کو اس الہام کو پورا کرنے کی توفیق ملی۔ اور آپ کے بیٹے مرزا رشید احمد صاحب کی شادی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی عزیزہ امتہ السلام سے ہوئی تھی۔ ان کے بچوں میں بڑی قدسیہ بیگم تھیں جو ایک حادثے میں فوت ہو چکی ہیں، بہت پہلے فوت ہو گئی تھیں اور اب سب بچوں میں مرزا نسیم احمد صاحب سب سے بڑے تھے۔ ان کی شادی حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی شاہدہ بیگم سے ہوئی۔ اس طرح ہمارے خاندان میں رشتے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر جو نہ جاننے والوں کے لئے الجھن کا موجب بن جاتے ہیں، ہمارے لئے جو جانتے ہیں محبتیں بڑھانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب آ جاتے ہیں۔ ذکر خیر میں کچھ نہ کچھ ایسا ذکر چاہئے جس میں نماز جنازہ کے وقت توجہ ہو اور انسان دل ڈال کر دعا کر سکے۔

مرزا نسیم احمد صاحب میں بعض خوبیاں تھیں جو ان کو منفرد کرتی تھیں اور میں پوری سمجھ کے ساتھ، غور کے بعد یہ میں لفظ کہہ رہا ہوں کہ آپ ایک منفرد انسان تھے۔ آپ کی ساری عادتوں میں انفرادیت پائی جاتی تھی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ کبھی کسی کی برائی نہیں کی۔ ساری عمر میں نے غور کر کے دیکھا ہے کسی نے دکھ بھی دیا ہے تو برداشت کیا ہے۔ کبھی بھی دل نہیں دکھایا کسی کا اور ایسے انسان یقیناً اللہ کو پیارے ہوا کرتے ہیں۔ بہت مواقع پر میں نے بڑے غور سے دیکھا کبھی بہنوں کی طرف سے، کبھی دوسروں کی طرف سے، بھائیوں کی طرف سے، عزیزوں کی طرف سے ایسی باتیں ہو جاتی تھیں جس کے نتیجے میں ان کو دکھ تو لازماً پہنچتا ہو گا لیکن جواباً کبھی ایک حرف نہیں کہا اور جب بھی بات کی شگفتہ کی اور اس پہلو سے بھی ان کی انفرادیت ہے جس میں میں نے ان کا کوئی شریک کبھی نہیں دیکھا۔

مزاح کی عادت تھی مگر ایسا لطیف مزاح اور ان کا انداز ایسا کہ کبھی جس نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کے مزاح کے نمونے دیکھے ہوں وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ کبھی کسی اور انسان میں وہ انداز نہیں ہے جو ان میں تھا اور اچانک مجلس کھلکھلا اٹھتی تھی اور کوئی ان کی نقل اتار نہیں سکتا تھا۔ میری بیوی آصفہ میں کچھ اپنے بھائی والی بات تھی کہ ان کا مزاح کچھ مرزا نسیم احمد کے مزاح کا رنگ رکھتا تھا لیکن ان کی جو خصوصیت تھی وہ بہر حال خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص تھی۔ غریبوں کے ہمدرد، دل کے بہت نرم لیکن خفیہ ہاتھ سے خدمت کرنے والے۔ چندوں میں خدا کے فضل سے باقاعدہ۔ اپنی ساری اولاد کو خاص طور پر بیوی شاہدہ کی مدد کے ساتھ انہوں نے دین پر قائم کیا ہے۔ کچھ کمزوریاں تھیں جن کے پیش نظر وصیت نہیں کر رہے تھے کہتے تھے میں نے کرنی ہے اور پورا زور لگا رہے تھے کہ میں اپنی نظر میں ایسا ہو جاؤں کہ میں وصیت کے قابل شمار کیا جاؤں۔ نمازوں میں باقاعدہ ہو گئے اور بہت سی چیزوں میں ترقی کرنی شروع کی لیکن عمر نے اس طرح ساتھ نہیں دیا۔ چنانچہ خواہش کے باوجود وصیت نہیں کر سکے لیکن حائل صرف خود تھے۔ مالی لحاظ سے بالکل کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن یہ تھا کہ میں اپنی دینی حالت اور اخلاقی حالت کو خدا کی نظر میں ایسا بنا دوں کہ میں کہہ سکوں کہ ہاں میں موصی ہوں اور اسی انتظار میں دیر کر رہے تھے حالانکہ جو دیکھنے والا انسان ہے وہ ان کو دیکھتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان کی وصیت قبول نہ کی جاتی۔ چنانچہ میں نے ایک دو دفعہ کہلا کے بھی بھجوایا کہ آپ وصیت کریں مگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہے وہ بخشش میں وصیت کا محتاج نہیں ہے۔

ان کے ایک بیٹے عزیزم بشیر احمد سے میری بیٹی طوبیٰ کی بھی شادی ہوئی تھی اور پچھلے کچھ عرصہ سے طوبیٰ سے بہت پیار کرنے لگے تھے۔ عام طور پر یہ اپنے چھوٹے عزیزوں سے بے تکلف نہیں ہوا کرتے تھے مجلسیں بیرونی تھی اور باہر کے دوست ان پر عاشق تھے۔ اس پہلو سے کہ علم کے لحاظ سے بھی وسیع العلم، سیاست کا وسیع علم اور مجالس کو ہمیشہ اپنے لطیفوں سے مہکائے رکھتے تھے۔ بہت بڑے بڑے دنیا کے انسان ان کے انتظار میں رہتے تھے کہ کبھی میاں نسیم آئیں تو ہم ان کے ساتھ مجلس لگائیں۔ اور مجھے پتہ چلا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ آ رہے ہیں اور بہت غیر معمولی دکھ کا اظہار کر رہے ہیں تو آخری دنوں میں طوبیٰ سے بھی اور طوبیٰ کے میاں بشیر سے جو ان کا پہلے بھی خاص عزیز تھا ان سے رات کو مجلسیں لگایا کرتے تھے اور کافی قریب تھے۔

بہر حال بہت سی باتیں ہیں جو کی جا سکتی ہیں لیکن میرا دل اس وقت ان باتوں کے ذکر کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے ایک مصرعہ ان پر صادق آتا ہے کہ "حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا" ان جیسا میں نے اور کوئی انسان نہیں دیکھا۔ اپنی کمزوریوں میں بھی منفرد، اپنی طاقتوں میں بھی منفرد اور سارے دوست اب وہاں پہنچ کے یہ کہہ رہے ہیں کہ اب ہمیں اور نسیم کبھی نہیں ملے گا اور اس میں مبالغہ نہیں ہے۔ جو ان کو جانتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسا آدمی دنیا میں شاذ کے طور پر ہو سکتا ہے جس طرح کہ ان کے اندر خوبیوں کا اجتماع تھا۔ کم گو، پاک دل، کبھی کسی کی برائی نہیں کی، کبھی غصے سے کسی کا جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے دل پر بوجھ لینے والے اور بنی نوع انسان سے خصوصاً غرباء سے بہت محبت کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے ۔ ان کی ساری اولاد کو اللہ تعالیٰ صبر اور ہمت عطا فرمائے اور ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم سب نے وہیں جانا ہے جہاں نسیم گئے ہیں ۔ آج نہیں تک کل جائیں گے موت کو نہیں بھلانا چاہئے۔ اور موت کے سفر سے پہلے وہ زاد راہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ سنبھالنے کی کوشش کریں تا کہ جب بھی بلاوا آئے خدا کے حضور اس کے پیار کی نظریں حاصل کرتے ہوئے حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(مطبوعہ: الفضل انٹرنیشنل ۲۲ راگست ۱۹۹۷ء تا ۲۸ راگست ۱۹۹۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی

پردہ سے متعلق جماعت کو نصائح

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ"

(النور:31)

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 2 ستمبر 2005 بمقام بیت الرشید۔ ہمبرگ (جرمنی) میں غضِ بصر اور پردے کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"پردے کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں۔ ان کی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ وضاحت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سے کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے سو سال پہلے بتا دیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانے کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں"۔ یعنی اپنے آپ کو ڈھانک کر رکھیں۔ " وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کے لئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بے شک جائیں، لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 297-298 جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

" آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں"۔ یعنی قید خانہ نہیں۔ " بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے"۔ یعنی ایک انصاف کرنے والا کہہ سکتا ہے جس کا پردے کے خلاف یا پردے کے حق میں کسی قسم کا رجحان نہیں ہے جو انصاف پہ قائم ہونے والا ہو" کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں، کیونکر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ اِنہی بدنتائج کو روکنے کے لئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقعہ پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں، تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے"۔ یعنی اس کھلی کھلی بے حیائی کی اجازت دینے سے جو یورپ میں ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہوں گے ہر گلی میں، ہر سڑک پر ایسی بے حیائیاں نظر آ جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ:

" بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے۔ یہ انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہوگی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 21-22 جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو''۔آپ یہاں ان ملکوں میں رہتے ہیں۔یہ یہاں کی اخلاقی حالت ہے۔''اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بےاعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا''۔(آپ اس معاشرے میں رہتے ہیں اور اگر گہری نظر ہو تو آبزرو(Observe) کر سکتے ہیں''مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بےلگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔پس سب سے اول ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو''۔

آپؑ نے فرمایا ٹھیک ہے تم چاہتے ہو آزاد ہو جاؤ، پردہ سانس روکتا ہے یا بہت ساری روکیں ڈالتا ہے پھر اس سے پہلے یہ ہے کہ مردوں کی پہلے اصلاح کر لو۔ تمہیں کیا پتہ کہ ان کے ذہنوں میں کیا کچھ ہے۔

''اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہو سکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں۔ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے''۔

اس لئے عورت تو بہرحال نازک ہے، مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔چاہے کسی معاشرے میں ایک دو چار واقعات بھی ہو رہے ہوں وہ بہرحال قابل فکر ہوتے ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجے پر غور نہیں کرتے۔کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بےپردہ ان کے سامنے رکھا جاوے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اپنے ضمیر سے فتویٰ لو۔دیکھو جو تمہارا دل کہتا ہے کہ یہ برائی ہے، وہ برائی بہرحال ہے۔اگر وہ برائی نہیں ہے تو تمہیں کبھی دل ٹوکے گا نہیں، دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہوگا کہ تم کیا کر رہی ہو، کئی سوال نہیں اٹھیں گے۔

''قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدّنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ

(النور:31)

کہ تو ایمان والوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں۔یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 104-105 جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے۔کیونکہ ابتداء میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔یہ انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 106 جدید ایڈیشن)

تو اس میں مزید فرما دیا کہ نفس کو پھسلنے سے بچانے کے لئے پردہ کرو تو اس میں صرف برقعہ یا حجاب کام نہیں آئے گا۔اگر آپ برقعہ پہن کر مردوں کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیں، مردوں سے مصافحے کرنا شروع کر دیں تو پردہ کا تو مقصد فوت ہو جاتا ہے۔اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔پردہ کا مقصد تو یہ ہے کہ نامحرم مرد اور عورت آپس میں کھلے طور پر میل جول نہ کریں، آپس میں نہ ملیں، دونوں کی جگہیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔اگر آپ اپنی سہیلی کے گھر جا کر اس کے خاوند یا بھائیوں یا اور رشتہ

داروں سے آزادانہ ماحول میں بیٹھی ہیں۔ چاہے منہ کو ڈھانک کے بیٹھی ہوتی ہیں یا منہ ڈھانک کر کسی سے ہاتھ ملا رہی ہیں تو یہ تو پردہ نہیں ہے۔ جو پردے کی غرض ہے وہ تو یہی ہے کہ نامحرم مرد عورتوں میں نہ آئے اور عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے نہ جائیں۔ ہر ایک کی مجلسیں علیحدہ ہوں۔ بلکہ قرآن کریم میں تو یہ بھی حکم ہے کہ بعض ایسی عورتوں سے جو بازاری قسم کی ہوں یا خیالات کو گندہ کرنے والی ہوں ان سے بھی پردہ کرو۔ ان سے بھی بچنے کا حکم ہے۔ اس لئے احتیاط کریں اور ایسی مجلسوں سے بچیں۔ پھر لباس کا پردہ ہے۔ جب برقعہ پہنیں، یا حجاب لیں یا سکارف لیں یا دوپٹہ پہنیں یا نقاب لیں جو بھی لے رہی ہوں تو بال چھپے ہوئے ہونے چاہئیں۔ بال نظر نہیں آنے چاہئیں، ماتھا سامنے سے ڈھکا ہوا ہونا چاہئے۔ سامنے کم از کم ٹھوڑی تک کپڑا ہونا چاہئے۔ منہ اگر ننگا ہے تو میک اپ نہیں ہونا چاہئے۔ بعض پیشوں میں یا کام میں منہ ننگا کرنا پڑ جاتا ہے، بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔ کوئی بیمار ہے، کسی کو سانس ٹھیک نہیں آ رہا تو منہ ننگا کیا جا سکتا ہے لیکن پھر اس طرح بناؤ سنگھار بھی نہیں ہونا چاہئے۔

سکولوں اور کالجوں میں بھی لڑکیاں جاتی ہیں اگر کلاس روم میں پردہ، سکارف لینے کی اجازت نہیں بھی ہے تو کلاس روم سے باہر نکل کر فوراً لینا چاہئے۔ یہ دوعملی نہیں ہے اور نہ ہی یہ منافقت ہے۔ اس سے آپ کے ذہن میں یہ احساس رہے گا کہ میں نے پردہ کرنا ہے اور آئندہ زندگی میں پھر آپ کو یہ عادت ہو جائے گی۔ اور اگر چھوڑ دیا تو پھر چھوٹ بڑھتی چلی جائے گی اور پھر کسی بھی وقت پابندی نہیں ہوگی۔ پھر وہ جو حیا ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔

پھر اپنے عزیز رشتہ داروں کے درمیان بھی جب کسی فنکشن میں یا شادی بیاہ وغیرہ میں آئیں تو ایسا لباس نہ ہو جس میں جسم اٹریکٹ (Attract) کرتا ہو یا اچھا لگتا ہو یا جسم نظر آتا ہو۔ آپ کا تقدس اسی میں ہے کہ اسلامی روایات کی پابندی کریں اور دنیا کی نظروں سے بچیں۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا۔ یعنی ادھر ادھر ہونے کی کوشش کی اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے تو یہ مناسب نہیں کہ اس کے منہ اور ہاتھ کے علاوہ کچھ نظر آئے۔ اور آپؐ نے اپنے منہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا۔

(ابو داؤد کتاب اللباس باب فیما تبدی المرأة من زینتها)

تذکرہ تیرا اَور تیری باتیں

ثاقب زیروی

تا ابد تیری حکمرانی ہے
اک تری ذات غیر فانی ہے

تُو ہی تنہا ہے تُو ہی یکتا ہے
کون دنیا میں تیرا ثانی ہے

تُو حقیقت ہے دونوں عالم میں
اَور جو کچھ بھی ہے کہانی ہے

تُو ہے خالق مہ و ستارہ کا
نُور بھی تیرا جاودانی ہے

تیرے ایما سے شُعلے پھول بنے
لُطف سے تیرے آگ پانی ہے

تذکرہ تیرا اَور تیری باتیں
گلفشانی سی گلفشانی ہے

تُو ہواؤں میں سانس لیتا ہے
پانیوں میں تری روانی ہے

لامکاں تُو ہے اور لامحدود
بے نشانی تری نشانی ہے

اِک نیا پن ہے ہر زمانے میں
گو یہ دنیا بہت پُرانی ہے

پھول پت جھڑ میں بھی کھلے اکثر
کیا عجب تیری باغبانی ہے

ہم جو ہیں آج بے طرح غمگیں
مہربانوں کی مہربانی ہے

دیکھ بازارِ زندگی میں ابھی
نیکیوں کی بہت گرانی ہے

تذکرہ تیرا اور لبِ ثاقبؔ
زندگی کس قدر سہانی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

دورۂ ڈنمارک 2005

ایک مختصر جائزہ

6ر ستمبر 2005 بروز منگل صبح سوا دس بجے کے قریب حضور انور ہمبرگ سے کوپن ہیگن ڈنمارک کے بارڈر کی طرف جو کہ 450 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، عازمِ سفر ہوئے اور گیارہ بج کر بیس منٹ پر آپ ڈنمارک کی حدود میں داخل ہوئے۔ بارڈر سے چند کلومیٹر آگے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق مکرم عبدالباسط صاحب امیر جماعت ڈنمارک، مکرم نعمت اللہ صاحب مبلغ انچارج ڈنمارک، صدر مجلس انصاراللہ، صدر مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک نے مجلس عاملہ کے چند ممبران اور خدام کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا۔ یہ احباب کوپن ہیگن سے 290 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے یہاں پہنچے تھے۔ یہاں کی حکومت کی انتظامیہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی سیکیورٹی کے لئے دو پولیس گارڈ مہیا کئے جو ڈنمارک کے پورے دورہ میں حضور انور کے ساتھ رہے۔ وہ دونوں پولیس گارڈ بھی اپنی سپیشل گاڑی میں کوپن ہیگن سے 290 کلومیٹر کا سفر طے کر کے بارڈر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو Receive کرنے کے لئے آئے تھے۔

ہمبرگ جرمنی سے یہاں ڈنمارک کے بارڈر تک مکرم حیدر علی ظفر صاحب نائب امیر و مبلغ انچارج، نیشنل جنرل سیکرٹری جماعت جرمنی۔ لوکل امیر ہمبرگ اور صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی خدام کی ایک ٹیم کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو الوداع کہنے کے لئے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ان احباب نے یہاں سے پروگرام کے مطابق واپس جانے کی اجازت چاہی۔ حضور انور نے ان سب کو شرف مصافحہ بخشا۔ ڈنمارک سے استقبال کے لئے آنے والے وفد نے بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ گیارہ بج کر 40 منٹ پر یہاں سے کوپن ہیگن کے لئے روانگی ہوئی۔ پولیس کی کار حضور انور کی کار کے آگے تھی۔ دوران سفر سوا ایک بجے کے قریب راستہ میں Kundborg کے علاقہ میں Storebelt کے مقام پر رُکے۔ یہاں سمندر کے کنارے ایک ریسٹورنٹ میں جماعت نے چائے اور ریفریشمنٹ وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ یہاں سے دو بجے آگے روانگی ہوئی۔ یہاں سے روانہ ہوتے ہی اُس پل پر سے گزرے جو سمندر پر تعمیر کیا گیا ہے اور یہ دنیا میں دوسرا لمبا ترین پُل ہے۔ اس کی لمبائی 28 کلومیٹر ہے اور یہ سارا سمندر پر تعمیر ہوا ہے۔ دنیا کا سب سے لمبا ترین پُل جاپان میں ہے جس کی لمبائی 29 کلومیٹر ہے۔

تین بج کر 25 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا وَرُودِ مسعود مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن میں ہوا۔ احباب جماعت مرد و خواتین اور بچوں نے حضور انور کا استقبال کیا۔ بچیوں نے استقبالیہ نغمات پیش کئے۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ نیشنل مجلس عاملہ کے ممبران نے حضور انور سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ ان استقبالیہ لمحات کی فلم بندی اور رپورٹنگ کے لئے ملکی میڈیا بھی موجود تھا۔

اس کے بعد پرچم کشائی کی تقریب ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ امیر صاحب ڈنمارک نے ڈنمارک کا قومی پرچم لہرایا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔ اس کے بعد حضور انور خواتین کے حصہ کی طرف تشریف لے گئے۔ مسجد کے بالمقابل گیسٹ ہاؤس کے بیرونی لان میں مارکی لگا کر لجنہ کیلئے انتظام کیا گیا تھا۔ خواتین نے نعرے لگاتے ہوئے حضور انور کا استقبال کیا اور شرف زیارت حاصل کیا۔ ڈنمارک جماعت کے بہت سے مرد و خواتین، بچے بوڑھے ایسے ہیں جنہوں نے پہلی دفعہ حضور انور ایدہ اللہ کا دیدار کیا ہے۔ آج کا دن جماعت ڈنمارک کے لئے بہت بابرکت اور خوشی و مسرّت کا دن ہے۔ حضور انور کے مبارک قدم پہلی مرتبہ اس سرزمین پر پڑے ہیں۔ اللہ یہ سعادت جماعت کے لئے مبارک فرمائے، (آمین)۔

ٹیلی ویژن اوراخباری نمائندوں سے انٹرویو

اس استقبالیہ پروگرام کے بعد حضور انور مشن ہاؤس کے اندر تشریف لے آئے جہاں ملکی نیشنل ٹی وی " TV2 " کے نمائندہ اور "Jyllands Posten" (نیشنل اخبار) کے نمائندہ نے حضور انور کا انٹرویو لیا۔

ڈنمارک آمد کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ سویڈن میں سکینڈ ینیوین ممالک کی کانفرنس ہو رہی ہے وہاں جاتے ہوئے راستہ میں یہاں ٹھہرا ہوں۔ یہاں اپنی کمیونٹی کے ممبران سے ملوں گا اور جائزہ لوں گا کہ وہ کس طرح رہ رہے ہیں۔ احمدی لوگ قانون کے پابند ہیں۔ یہاں دوران قیام جمعہ بھی ادا کیا جائے گا اور نمازیں ادا کی جائیں گی۔ جماعت کے ممبران سے باتیں ہوں گی اور ان کا روحانی معیار بلند ہوگا۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ جو بھی قرآن کریم کی تعلیمات ہیں ہم ان پر عمل پیرا ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی مخلوق سے، بنی نوع انسان سے محبت رکھتے ہیں۔ ہم امن کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم امن وسلامتی کا پیغام دیتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ہم ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارے اور دوسروں کے درمیان جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بتایا تھا کہ چودھویں صدی میں مسیح ومہدی آئے گا۔ جب بھی آئے اس کو قبول کرو۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ شخص آچکا ہے۔ باقی مسلمان اس کا انتظار کررہے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مذہب اپنے اپنے ہاں کسی مصلح کا منتظر ہے۔ عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ دوسرے مذاہب بھی اپنے ہاں کسی ریفارمر کا انتظار کررہے ہیں۔ جب کہ ہمارے مطابق جس مسیح ومہدی نے آنا تھا وہ آچکا ہے اور ہم اس کو قبول کر چکے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ شریعت یہ بتاتی ہے کہ ایک خدا پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، قانون کی پابندی کرو، ایک دوسرے سے محبت سے پیش آؤ، مخلوقِ خدا سے محبت کرو۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے قرآن کریم نے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قف

(بقرۃ:257)

کا اعلان کیا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ اسلام ہرگز تلوار کے ذریعہ یا بزور طاقت نہیں پھیلا۔ ہم اس بات پر نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کے دل جیتتے ہیں اور محبت سے جیتتے ہیں۔ ہمارا سلوگن ہے "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انٹرویو لینے والے کو فرمایا کہ ایک دن تمہارا دل بھی جیتیں گے، صرف تمہارا نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کا بھی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہم ہر شخص کا دل محبت سے جیتیں گے۔ یہ ہمارا اصل مقصد ہے۔ اگرچہ ہماری پراگریس زیادہ نہیں تھی۔ چند سال قبل ہماری جماعت پچاس ملکوں میں تھی اب 180 سے زائد ممالک میں قائم ہو چکی ہے اور تعداد میں بہت بڑھ رہے ہیں اور انشاء اللہ ایک دن ہم اکثریت میں ہوں گے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ڈنمارک میں میرا یہ پہلا وزٹ ہے میں زیادہ نہیں جانتا۔ بس میرا پیغام یہ ہے کہ خدا کے قریب آئیں اُس کے سامنے جھکیں، یہی تمام مسائل کا حل ہے اور آپ اپنی ذمہ داری ادا کر سکتے ہیں۔ اپنے مذہب کی اصل تعلیم پر لازمی عمل کریں۔ اگر حضرت مسیح ؑ کی اصل تعلیمات پر عمل کریں تو پھر ہر ایک سے محبت و پیار کریں گے اگرچہ ڈنمارک میں پہلے ہی امن ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ کب ہماری جماعت بڑی تعداد میں ہوگی۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے جو پیشگوئیاں کی تھیں وہ سب سچی نکلیں۔ انشاء اللہ یہ بات بھی سچ نکلے گی کہ ہم دل جیت کر کثرت میں ہوں گے۔

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پریس کے نمائندگان کو کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی پریس میں آئے۔ اپنے الفاظ میں اس میں کوئی تبدیلی نہ کریں۔

قریباً پندرہ بیس منٹ کے اس انٹرویو کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔ حضور انور کا قیام مسجد نصرت جہاں سے ملحقہ

مشن ہاؤس کے رہائشی حصہ میں تھا۔ساڑھے پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد نصرت جہاں میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔
نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور نے مسجد نصرت جہاں کا معائنہ فرمایا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منتظمین سے فرمایا کہ بیرونی چھت کو صاف کیا جائے اور جو اس کا اپنا رنگ ہے وہ کروایا جائے۔
مسجد نصرت جہاں کی چھت گنبد نما ہے اور گول ہے۔اس کی تعمیر اور چھت کے بیرونی حصہ کی تبدیلی کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف امور دریافت فرمائے۔مسجد کے وزٹ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد کے اردگرد کے علاقہ میں سیر کے لئے تشریف لے گئے۔سیر کے بعد آپ لجنہ کی مارکی میں تشریف لے گئے۔اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ کی عمارت کا معائنہ فرمایا۔بعد ازاں حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو ساڑھے آٹھ بجے تک جاری رہیں۔جماعت کوپن ہیگن کی 23 فیملیز کے 91 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تصاویر بنوائیں۔
ملاقاتوں کے بعد حضور انور نے مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔
نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

نیشنل ٹی وی پر حضور انور کا انٹرویو

ڈنمارک کے نیشنل ٹی وی (TV2) کے نمائندہ نے حضور انور کا جو انٹرویو لیا تھا وہ شام سات بجے کی نیشنل نیوز میں نشر کیا گیا۔خبر کا عنوان تھا The Khalifa has Landed خبروں میں بتایا گیا کہ آج جماعت احمدیہ کے خلیفہ ڈنمارک پہنچے ہیں۔یہ جو خلیفہ ہیں ان کا دوسرے مسلمانوں سے بعض امور میں اختلاف ہے۔خلیفہ نے ڈنمارک کی سب سے پہلی مسجد کا وزٹ کیا۔خبروں میں حضور انور کی تصویر دکھائی گئی۔حضور انور کا قافلہ مسجد پہنچتے ہوئے دکھایا گیا۔احباب جماعت کے استقبال کے مناظر اور بچیوں کو خوبصورت لباس میں ملبوس استقبالیہ نغمات پڑھتے ہوئے بھی دکھایا گیا۔پرچم کشائی کی تقریب بھی دکھائی گئی۔مسجد نصرت جہاں کے آغاز کی وہ پرانی تصاویر دکھائی گئیں جن میں یہ مسجد زیر تعمیر ہے اور ابھی بن رہی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی تصاویر بھی دکھائی گئیں اور ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ عیسائیوں کے لئے جو پوپ کا مقام ہے اسی طرح احمدیوں کے لئے خلیفہ کا مقام ہے۔
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انٹرویو کے بعض حصے دکھائے گئے جن میں حضور نے امن کا پیغام دیا تھا اور بنی نوع انسان اور مخلوقِ خدا سے محبت کی تعلیم دی تھی۔یہ بھی بتایا گیا کہ احمدی حضرات، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مانتے ہیں جب کہ دوسرے مسلمان نہیں مانتے۔
جماعت کی ترقی کے بارہ میں حضور انور کے انٹرویو کے حوالہ سے بتایا گیا کہ چند سال قبل یہ جماعت پچاس ممالک تک پھیلی تھی اب 180 سے زائد ممالک میں اس جماعت کا قیام عمل میں آچکا ہے۔
خدام، انصار اور لجنہ کے Comments دکھائے گئے کہ آج کا دن ہمارے لئے خوشی و مسرت کا دن ہے اور بہت بڑا دن ہے۔ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ حضور انور ہمارے ہاں آئے ہیں۔خبروں میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے آئندہ پروگراموں کے بارہ میں بھی بتایا کہ آرچ بشپ سے ملیں گے، منسٹر آف Immigration سے ملاقات کریں گے اور ہوٹل میں منعقد ہونے والے سمپوزیم میں شرکت کریں گے۔
نیشنل TV پر جس طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد اور استقبال کا پروگرام اور دیگر امور کے بارہ میں تفصیل سے خبر آئی اس طرح پہلے کبھی نہیں آئی۔اللہ کے فضل سے ڈینش میڈیا نے کھلے دل کے ساتھ حضور انور کو خوش آمدید کہا۔
ڈنمارک میں جماعت احمدیہ کے مشن کی ابتداء ستمبر 1958 میں ہوئی جب سید کمال یوسف صاحب مبلغ سلسلہ سویڈن سے پہلی مرتبہ ڈنمارک پہنچے۔اس وقت جماعتی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے لوگوں سے لفٹ لے کر اپنا سفر مکمل کیا۔کچھ دیر یوتھ ہوسٹل میں رہے۔بعد میں فیملی گیسٹ کے طور پر مختلف مکانوں میں رہے۔
ڈنمارک کے پہلے مقامی احمدی عبدالسلام میڈسن صاحب ہیں۔انہوں نے 1958 میں بیعت کی۔انہوں نے قرآن کریم کا ڈینش زبان میں ترجمہ کیا اور اعزازی مبلغ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔
ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں سکنڈے نیویا کی سب سے پہلی

مسجد ''مسجد نصرت جہاں'' کا سنگِ بنیاد 6رمئی 1966 کو رکھا گیا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے مکرم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب، چوہدری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی، بشیر احمد رفیق صاحب مبلغ انگلستان کی معیت میں مسجد مبارک قادیان کی اینٹ جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ نے پہلے سے ہی بھجوائی ہوئی تھی سے سنگِ بنیاد رکھا۔ خواتین نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانیاں پیش کیں اور یہ مسجد خواتین کے چندوں سے تعمیر کی گئی۔ مسجد کا نام حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے نام پر ''مسجد نصرت جہاں'' رکھا گیا۔

مسجد کے آرکیٹیکٹ کا نام Mr. John Zacharissen ہے جو کہ ایک ڈینش مسلمان ہے۔ یہ مسجد فنِ تعمیر کے لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے اور اس بہترین نمونے نے پورے ڈنمارک میں شہرت حاصل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے پہلے دورہ ڈنمارک میں 21رجولائی 1967 میں بروز جمعۃ المبارک ''مسجد نصرت جہاں'' کا افتتاح فرمایا۔

مکرم میر مسعود احمد صاحب مبلغ انچارج ڈنمارک نے انتہائی مشکل حالات کے باوجود جگہ کی تلاش اور حصول میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس مسجد کی تعمیر پر مجموعی طور پر پانچ لاکھ روپے لاگت آئی۔ یہ تمام رقم احمدی خواتین نے صدر لجنہ مرکزیہ حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ کی نگرانی میں اکٹھی کی۔ اکثر نے اپنے سارے کے سارے زیور چندہ میں دے دیئے۔ ابتداء میں رقم کا اندازہ دو لاکھ تھا پھر تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ اخراجات بڑھتے بڑھتے پانچ لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ لجنہ نے یہ ساری رقم پوری کردی۔ ''مسجد نصرت جہاں'' اُن مساجد میں سے ایک ہے جو خالصۃً احمدی خواتین نے اپنے چندوں سے تعمیر کی ہیں۔

7ستمبر 2005 بروز بدھ:

صبح ساڑھے پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد نصرت جہاں'' میں تشریف لا کر نماز پڑھائی۔

آرچ بشپ سے ملاقات

پروگرام کے مطابق دس بجے صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کوپن ہیگن کے ایک شاہی چرچ "Roskilde Cathedral" میں قائم شدہ میوزیم دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ سوا دس بجے حضور انور اس چرچ میں پہنچے جہاں اس Cathedral کے آرچ بشپ Mr. Jan Lundhardt نے چرچ سے باہر آ کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خوش آمدید کہا۔ ڈینش میڈیا کے نمائندے اور جرنلسٹ اس موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد کے انتظار میں وہاں موجود تھے۔ اس شاہی چرچ کے آرچ بشپ جو سارے ڈنمارک میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اپنے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اندر لے گئے۔ انہوں نے حضور انور اور ساتھ آنے والے وفد کے لئے چائے، کافی وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ حضور انور نے آرچ بشپ کے ساتھ مختلف امور پر گفتگو فرمائی۔

آرچ بشپ نے بتایا کہ وہ 1998 سے اس عہدہ پر ہیں۔ اس ملک میں زیادہ تر لوگ پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جماعت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ باقاعدہ مردم شماری نہیں ہے لیکن بڑی تعداد ہے۔ بڑی تعداد مغربی اور مشرقی افریقہ میں ہے۔

آرچ بشپ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اختلاف کے بارہ میں پوچھا تو حضور انور نے فرمایا ہم ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں، نبی کریم ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے چودھویں صدی میں مسیح و مہدی کے آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ امام مہدی آ چکا ہے جو مسیح بھی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان انڈیا میں مبعوث ہوئے۔ ہم نے اس مسیح و مہدی کو قبول کیا جب کہ دوسرے مسلمان فرقے ابھی تک امام مہدی کی آمد کے منتظر ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات پر حقیقی طور پر عمل پیرا ہیں۔

حضور انور نے دوران گفتگو فرمایا اس دفعہ جلسہ سالانہ سکینڈے نیوین ملک میں کرنے کی بجائے سویڈن میں کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ گزشتہ دو سال سے دنیا کے مختلف ممالک کے دورہ پر ہوں۔ مغربی افریقہ، کینیڈا اور یورپین ممالک کا دورہ کیا ہے اور آئندہ مزید پروگرام بھی ہیں۔

آرچ بشپ نے پوچھا کیا آپ نے پاکستان کا سفر کیا ہے؟ جس پر حضور انور نے فرمایا کہ میں پاکستان میں رہا ہوں لیکن خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد

پاکستان کا سفر نہیں کیا کیونکہ ہیڈ آف احمدیہ کمیونٹی ہونے کی حیثیت سے پاکستان میں نہیں رہ سکتا بلکہ قانون کے مطابق نہ ہی اسلامی تعلیمات پر عمل کر سکتا ہوں، نہ تبلیغ کر سکتا ہوں، نہ خطبہ جمعہ دے سکتا ہوں، تقریر بھی نہیں کر سکتا اگر کروں گا تو مقدمہ قائم ہوگا۔ اپنی جماعت کے ممبران کو بھی کچھ نہیں بتا سکتا۔

حضور انور نے فرمایا مجھ سے پہلے خلیفہ نے 1984 میں پاکستان سے ہجرت کی۔ میں نے 2003 میں ہجرت کی ہے جب میں خلافت کے منصب پر منتخب ہوا۔

آرچ بشپ کے ساتھ یہ گفتگو قریباً 20 منٹ جاری رہی۔ اس کے بعد آرچ بشپ نے خود حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ساتھ لے جا کر اس شاہی چرچ کے مختلف حصے دکھائے۔ یہ ڈنمارک میں قدیم ترین چرچ ہے اس کی بنیاد گیارھویں صدی میں رکھی گئی تھی۔ اس وقت یہ ایک عام چرچ تھا۔ پندرھویں صدی میں اس کی توسیع کی گئی اور شاہی خاندان کے افراد نے اس کو اپنا مقبرہ بنالیا۔ چنانچہ اس چرچ میں وسیع وعریض مختلف ہالز ہیں جن میں ڈنمارک کے بڑے بڑے بادشاہ، ملکہ اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد دفن ہیں۔ 1995 میں UNESCO نے اس Cathedral کی اہمیت کے پیش نظر اس کو اہم ترین مقامات کی لسٹ میں شامل کیا ہے۔

چرچ کی بعض دیواروں پر بادشاہوں کے دور کے اہم معرکے پینٹنگ کے ذریعہ دکھائے گئے ہیں۔ آرچ بشپ نے چرچ کے مختلف حصے اور بادشاہوں کے مزار اور قبور جو کہ بڑے بڑے بکس کی صورت میں ہیں دکھاتے ہوئے ساتھ ساتھ تفاصیل بھی بیان کیں۔ یہ لوہے کے بکس بڑے مضبوط ہیں اور مینا کاری کے ذریعہ ان کو بہت مختلف ڈیزائنوں میں بڑا خوبصورت بنایا گیا ہے۔

اس چرچ کے ایک حصہ میں آخری ''زارِرُوس'' کی والدہ کی قبر بھی ہے اس کی تفصیل بشپ نے حضور انور کو بتائی۔ یہ اُسی ''زارِرُوس'' کی والدہ ہے جس کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں پیشگوئی کرتے ہوئے لکھا تھا ؎

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

چرچ کے بشپ نے حضور انور کو بتایا کہ آئندہ سال ڈنمارک کی ملکہ کے تحت یہاں ایک تقریب ہوگی۔ اس کے بعد زار کی والدہ کے تابوت کو سینٹ پیٹرز برگ (St. Peters Burg) رُوس میں ''زارِرُوس'' کے ساتھ دفن کرنے کا پروگرام ہے۔ یہ تابوت ڈنمارک سے رُوس منتقل کیا جائے گا۔

اس شاہی چرچ کی ایک روایت اب تک چلی آ رہی ہے کہ یہاں پر ایک گیٹ ہے جس کو صرف شاہی خاندان کے افراد کے لئے کھولا جاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے خاص طور پر یہ گیٹ کھولا گیا اور حضور انور کو بعض ایسے راستوں سے لے جایا گیا جس سے صرف ممالک کے سربراہ اور شاہی خاندان کے لوگ ہی جا سکتے ہیں۔

چرچ کے اس میوزیم کا وزٹ کروانے کے بعد آرچ بشپ حضور انور کو گاڑی تک چھوڑنے آئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اُسی طرح اعزاز دیا گیا جس طرح سربراہانِ مملکت کو اعزاز دیا جاتا ہے۔

Viking میوزیم کا وزٹ

اس چرچ کے وزٹ کے بعد گیارہ بج کر چالیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز Viking میوزیم کے لئے روانہ ہوئے۔ پندرہ منٹ کے سفر کے بعد حضور انور Roskilde پہنچے۔ میوزیم کی انتظامیہ کے ایک سینئر عہدیدار نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور حضور انور کو ساتھ لے جا کر سارا میوزیم دکھایا اور ساتھ ساتھ تفاصیل بھی بیان کیں۔

Viking قوم میں بادشاہت کا نظام تھا۔ Vikings نے 600 اور 700 میں رُوس، ترکی، فرانس اور انگلینڈ کا رُخ کیا اور قبضہ کیا۔ یہ لوگ اپنے سمندری سفروں میں چمڑے کی تجارت بھی کرتے تھے۔ لوگوں کو غلام بنا کر جہاز رانی میں مدد لیتے تھے اور ان کو آگے فروخت بھی کر دیتے تھے۔ ان کا آخری بادشاہ Herald Blot Jand تھا۔ اس نے نویں صدی عیسوی میں عیسائیت کو قبول کر لیا تھا اور 1042 میں عیسائیت کو سرکاری مذہب بنا دیا گیا۔ آج بھی ساری دنیا میں ڈنمارک کی پہچان Vikings کی وجہ سے ہے اور ان کی روایات پر اب بھی عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً بڑی عمر کے لوگ سردیوں میں سمندر کے ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں۔

اس قوم کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے کوپن ہیگن سے ملحقہ شہر Roskilde میں ایک میوزیم بنایا گیا ہے جس میں ان لوگوں کی طرز رہائش کے بارہ میں بتایا گیا

ہے اور وہ کشتیاں رکھی گئی ہیں جو لوگ بناتے تھے اور ان پر سفر کرتے تھے۔ صدیوں پرانی کشتیاں اس میوزیم میں رکھی گئی ہیں۔ میوزیم کے سینیئر عہدیدار نے حضور انور کو ساتھ لے جا کر یہ مختلف کشتیاں دکھائیں اور حضور انور کو پانچ کشتیوں (بڑے بڑے بحری بیڑوں) کے بارہ میں بتایا گیا کہ یہ گیارھویں صدی کے Vikings Ships ہیں جو Skuldelev جگہ کے نزدیک سمندری پہاڑوں کی تہہ سے 1962 میں نکالے گئے ہیں اور اس میوزیم میں رکھے گئے ہیں۔ اس میوزیم میں دیواروں پر پینٹنگ کے ذریعہ اس قوم کی جنگوں، رہن سہن اور ان کے ہتھیاروں کے سمندری سفروں کے روٹس بھی دکھائے گئے ہیں۔ میوزیم کے اس وزٹ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وزیٹر بک پر دستخط فرمائے اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا نے بھی دستخط فرمائے۔

میوزیم کے ساتھ ہی کھلے سمندر کے ساحل پر Vikings قوم کے قدیم بحری بیڑوں کی طرز پر نئے بحری بیڑے بنائے گئے ہیں جو خاص مواقع کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو یہ بحری بیڑے بھی دکھائے گئے اور ان کے بارہ میں یہاں کے منتظم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو تفصیل سے بتایا۔ یہاں کا وزٹ مکمل ہونے کے بعد حضور انور بارہ بج کر پچاس منٹ پر واپس روانہ ہوئے اور سوا ایک بجے مسجد نصرت کوپن ہیگن پہنچے اور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

اخبار کو انٹرویو

سوا تین بجے حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے اور اخبار Kristelig Dagblad کی نمائندہ Bente Clausen نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انٹرویو لیا۔ آج پروگرام کے مطابق شیڈول میں اخباری انٹرویو نہیں تھا۔ لیکن یہ موصوفہ مشن ہاؤس میں آ کر بیٹھ گئیں کہ مَیں نے انٹرویو ضرور لینا ہے، خواہ مجھے چند منٹ ہی دے دیئے جائیں، مَیں نے کل کے اخبار میں ایک پورا صفحہ حضور انور اور آپ کے پروگراموں اور اس دورہ کے بارہ میں رکھا ہوا ہے۔

ڈینش میڈیا ہمیشہ اسلام کے خلاف رہا ہے اور اسلام کے حق میں آواز اٹھانے کے لئے ان تک رسائی بہت مشکل تھی۔ اور اب حضور انور کی اس ملک میں آمد کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایک انقلاب برپا کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو اسلام کے حق میں پھیر دیا ہے۔ کجا وہ وقت کہ ان تک پہنچنا مشکل تھا اور اب یہ حالت ہے کہ خود چل کر مسجد مشن ہاؤس پہنچتے ہیں اور دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے حضور انور سے بات کر کے اور انٹرویو لے کر ہی جانا ہے۔ ان لوگوں میں یہ تبدیلی بذات خود احمدیت کی صداقت کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ایسے ایمان افروز اور رُوح پرور نظارے نظر آتے ہیں کہ جہاں ان سے ایمانوں کو تقویت اور جلاء ملتی ہے وہاں دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اخبار Kristelig Dagblad کی جرنلسٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے سچے خادم ہیں۔ آپؑ صرف اس لئے مبعوث ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کی حقیقی تعلیم کو لوگوں تک پہنچائیں اور آپؐ کی تعلیمات کو پھیلائیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے آئے تھے۔

اس سوال کے جواب میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1889 میں کیوں اعلان کیا۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کا منشاء تھا۔ اللہ کی تقدیر تھی وہ جب چاہے کسی کو بھیجے۔ خدا تعالیٰ اپنی تقدیر کے مطابق اپنے وقت پر بھیجتا ہے اور وقت کی ضرورت تھی۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی تھی کہ امام مہدی و مسیح چودھویں صدی میں آئے گا اور اسلام کی کھوئی ہوئی تعلیم کو لائے گا اور دوبارہ جاری کرے گا۔ اس کی آمد کی نشانیاں بھی آپؐ نے بتائیں جو انسان از خود اپنی طرف سے نہیں کر سکتا ان نشانیوں میں سے ایک نشان رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کے گرہن کا ہے۔ چنانچہ یہ نشان آپؑ کے دعویٰ کے بعد ظاہر ہوا۔ جب یہ نشان ظاہر ہوا تو اس وقت آپ کے علاوہ اور کوئی مہدی و مسیح کا دعویدار نہ تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ تفصیلی انٹرویو قریباً 20 منٹ جاری رہا جس میں حضور انور نے جرنلسٹ کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔

اس اخبار نے اپنی 8 رستمبر کی اشاعت میں ایک مکمل صفحہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس انٹرویو کے لئے وقف کیا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بڑی تصویر کے

ساتھ یہ انٹرویو شائع کیا۔ اس اخبار نے لکھا:

''احمدی مسلمانوں کے رہنما آج پہلی بار ڈنمارک آئے ہیں۔اپنے دورہ کے دوران Minister of Integration سے ملیں گے۔احمدی مسلمانوں نے کل اپنی جماعت کے سربراہ کا ڈنمارک میں پہلی بار استقبال کیا۔

احمدیہ جماعت کی بنیاد 1889 میں ہندوستان میں ڈالی گئی تھی۔احمدی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد حضرت مرزا غلام احمد کو ایک نبی کے طور پر مانتے ہیں۔ اس وجہ سے باقی مسلمان ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس وجہ سے احمدی مسلمان بہت مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ پاکستان میں ان کو اقلیت قرار دیا گیا ہے لیکن انکو مذہبی اقلیت نہیں مانا جاتا۔ یہاں کی سنّی مسلمان اکثریت ان پر اکثر تشدّد کرتی ہے۔

منسٹر Rikke Hvilshoj پانچویں خلیفہ کو ملنے کی منتظر ہیں۔جن کی عمر 55 سال ہے اور ان کا نام حضرت مسرور احمد ہے جو بانی جماعت احمدیہ کے پڑپوتے ہیں منسٹر ان سے ملاقات کرنے کے بارہ میں خوشی کا اظہار کرتی ہیں۔

احمدی مسلمانوں کی تعداد ڈنمارک میں تقریباً پانچ چھ سو ہے۔ ڈنمارک میں یہ واحد مسلمان جماعت ہے جن کی ایک Proper اور صحیح مسجد ہے۔ جہاں پر یہ اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔اس مسجد کا نام ''مسجد نصرت جہاں'' ہے۔ یہ مسجد Hudiovre کے علاقہ میں واقع ہے اور اس کا افتتاح 1967 میں ہوا تھا اور یہ مسجد ہندوستان اور پاکستان کی احمدی خواتین کے چندوں سے تعمیر ہوئی تھی۔اس وقت جب یہ مسجد بن رہی تھی تو اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی اکثریت ڈینش لوگوں کی تھی۔لیکن آج حالات اور ہیں آج پاکستانی احمدیوں کی کثرت ہے۔

ڈنمارک کی احمدیہ جماعت واحد جماعت ہے جس نے قرآن کریم کا ڈینش زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

خلیفہ نے اپنے پیغام میں پُر امن طریق سے باہمی پیار و محبت سے مل جل کر رہنے پر زور دیا۔آپس میں بات چیت کر کے مسائل کے حل کرنے پر زور دیا اور مذہبی آزادی پر خاص طور پر زور دیا۔ڈنمارک کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد ان کا پہلا عمل یہ تھا کہ مسجد نصرت جہاں میں ڈنمارک کا قومی پرچم لہرایا۔

خلیفہ کا قافلہ آٹھ گاڑیوں پر مشتمل تھا جو کہ Krusa بارڈر سے Hvidovre تک پہنچا اور سب نے ایک ساتھ سفر کیا۔

احمدی مسلمان یہ کہتے ہیں کہ وہ اسلام کی اصل حقیقی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور ان تعلیمات پر عمل نہیں کرتے جن کی تشریح قرآن کریم سے ہٹ کر ہو، جو کہ رسول کریم ﷺ کی بنیادی تعلیمات سے ہٹ کر ہو۔احمدی احباب بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح بھی سمجھتے ہیں جو کہ نبی عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی ہے۔ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی سمجھا جاتا ہے، خدا کا بیٹا نہیں۔

منسٹر کے ساتھ کانفرنس میں جانے سے پہلے خلیفہ آج صبح آرچ بشپ سے بھی ملیں گے۔اس کے بعد Roskilde میں Viking میوزیم کا وزٹ کریں گے۔''

استقبالیہ تقریب میں شرکت

آج جماعت احمدیہ ڈنمارک نے سکینڈے نیویا کے مشہور ہوٹل Radisson SAS میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس تقریب میں شرکت کے لئے ساڑھے چار بجے اپنی رہائشگاہ سے ہوٹل تشریف لے گئے۔کوپن ہیگن کے وسط میں یہ ہوٹل مسجد نصرت جہاں سے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ہوٹل بڑے بڑے ہائی لیول کے فنکشنز کے لئے سارے ڈنمارک میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔

پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ہوٹل پہنچے جہاں ہوٹل کے ڈائریکٹر نے خود حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا۔ اس تقریب میں 150 سے زائد ڈینش مہمانوں نے شرکت کی۔جن میں پارلیمنٹ کے ممبرز، بزنس ڈائریکٹرز، آرٹسٹ، جرنلسٹ، ڈاکٹرز، پروفیسرز، کوپن ہیگن کونسل کے ممبرز، یوایس اے ایمبیسی کے پولیٹیکل آفیسر اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مہمانوں نے شرکت کی۔اس طرح اس تقریب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی تعداد میں حکومت کے مختلف محکموں سے تعلق رکھنے والے اور اعلیٰ طبقہ کے حکام شامل ہوئے۔

تقریب کا آغاز پانچ بج کر دس منٹ پر تلاوت قرآن کریم اور اس کے ڈینش ترجمہ سے ہوا۔اس کے بعد نعمت اللہ بشارت صاحب مبلغ انچارج ڈنمارک نے ڈینش زبان میں تعارفی ایڈریس پیش کیا اور اس تقریب کی اہمیت بیان کرتے

ہوئے بتایا کہ اہالیانِ ڈنمارک کے معزز مہمانوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ آج ان میں جماعتِ احمدیہ عالمگیر کے امام پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں اور اب ہم براہِ راست امام جماعت احمدیہ سے اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے متعلق خطاب سن سکیں گے۔

مبلغ انچارج صاحب کے خطاب کے بعد ڈنمارک کی وزیر مملکت Mrs. Rikke Hvilshoj جن کے پاس Integration, Refujee اور Immigrants کے محکمے ہیں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو حکومت ڈنمارک کی طرف سے خوش آمدید کہا۔ وزیر مملکت خصوصی طور پر اس تقریب میں شرکت کیلئے آئی تھیں۔ انہوں نے اپنے ایڈریس میں کہا کہ ہمارے لئے یہ بڑا اعزاز ہے کہ ہم آج حضرت امام جماعت احمدیہ کا براہِ راست خطاب سنیں گے۔ ہمارا ملک بلکہ ساری دنیا ایسی مشترکہ اقدار کی تلاش میں ہے جو موجودہ دور کی بدامنی اور افراتفری کو بدل کر ایک اصلاحی معاشرہ بناویں۔ منسٹر نے کہا کہ ڈنمارک کا فلاحی معاشرہ بننا جمہوری اقدار کا مرہونِ منت ہے۔ میں خود بھی بعض اسلامی ممالک میں رہی ہوں اور میں بخوبی واقف ہوں کہ اپنے معاشرہ سے اٹھ کر ایک اجنبی معاشرہ میں جا کر رہنے میں کیا دقتیں پیش آتی ہیں۔

آپ کو بھی ایسے ہی حالات کا سامنا ہے۔ اعلیٰ اقدار خواہ مذہبی روایات سے اخذ کی گئی ہوں یا سیکولر روایات ہوں بیشتر امور میں ایک اشتراک اور اتحاد پایا جاتا ہے۔ ہمیں اس پر اتفاق کرنا چاہیئے۔

منسٹر نے کہا ڈنمارک کی مسجد میں ڈنمارک کا قومی پرچم لہرایا جانا ہمیں بہت اچھا لگا ہے، ہمیں اس سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ جماعت احمدیہ کی ایک خاص خوبی جو ہمیں بہت پسند ہے کہ وہ ہمیشہ دیگر مذاہب اور اقوام کی تہذیبوں سے ڈائیلاگ میں بہت فعال نظر آتے ہیں۔ ڈائیلاگ کے بغیر کبھی افہام و تفہیم نہیں ہو سکی۔ ڈائیلاگ وقت کی بہت اہم ضرورت ہے۔

منسٹر کے اس ایڈریس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب ڈنمارک کے چوٹی کے دانشوروں، سیاست دانوں، تجار اور پروفیسرز، ڈاکٹرز اور دیگر مہمانوں سے خطاب کے لئے ڈائس پر تشریف لائے تو نیشنل پریس کے فوٹو گرافرز، جرنلسٹس اور اخبارات کے نمائندوں نے حضور انور کی تصاویر لینی شروع کیں اور خطاب کے آخر تک کھینچتے رہے۔ نیشنل ٹی وی نے اپنی ریکارڈنگ کی اور دوسرے میڈیا اور اخبارات نے اپنی ریکارڈنگ کی۔ میڈیا نے بھرپور شرکت کی اور مختلف زاویوں سے تصاویر بنائیں۔

حضورانور کا خطاب

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطاب میں فرمایا اسلام کی حقیقی تعلیم قرآن مجید سے ملتی ہے جس کا عملی نمونہ ہم آنحضرت ﷺ کے نمونہ سے اخذ کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی اس تعلیم اور رسول کریم ﷺ کے اس پاک اسوہ کو پھر سے زندہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی کے رنگ میں اس زمانہ میں تشریف لائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج کی دنیا میں فساد اور فتنہ کے اصل محرکات میں سے ایک محرک ایک دوسرے پر بداعتمادی ہے۔ مغرب مشرق سے بدظن ہے اور مشرق مغرب سے بدظن ہے۔ ایک چھوٹی سی اقلیت جس میں مشرقی بھی ایسے ہی فعال ہیں جس طرح مغربی ہیں ان کی بداعمالیوں کی سزا ساری دنیا کے اشراف کو دی جا رہی ہے۔ اس اقلیت میں مذہبی لوگ بھی شامل ہیں اور سیاسی بھی۔ کسی ایک مذہب یا قوم کو خصوصیت سے مطعون نہیں کیا جانا چاہیئے۔ مختلف مذاہب اور ملکوں سے ایک طبقہ اس فتنہ اور فساد میں برابر کا شامل ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اس کی طرف جھکے اور اس کی عبادت کرے اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرے، بھوکوں کو کھانا کھلائے، غرباء کی مدد کرے لوگوں کی مشکلات دور کرے، ایک دوسرے کو معاف کرے، صبر کرے اور ایک دوسرے کا احترام کرے، تعاون کرے، کسی کو برا بھلا نہ کہے، ہمیشہ ہر ایک سے بھلائی کرے اور عدل و انصاف سے کام لے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے، بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ بُری باتوں سے روکنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو نہ اس لئے کہ لوگ تم سے تکلیف اٹھائیں اور ظلم و ستم سہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا جو برائی میں پڑا ہوا اُس کو اچھی طرح سمجھانا چاہیئے۔ اچھی طرح اس کو نصیحت کرنی چاہیئے۔ طاقت استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ حضور انور نے فرمایا قرآن کریم کی تو یہ تعلیم ہے جو بھی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے یا اس کے قتل کے آرڈر کرتا ہے تو گویا اس نے تمام جہان کو قتل کیا۔ یہ تعلیم خدا تعالیٰ نے ہم کو دی ہے کہ گویا کسی پر ظلم کر کے اُس کو مارنا تمام لوگوں کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کسی ایک شخص کو یا کسی گروپ کو کوئی حق نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے، اس کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن آج اس تعلیم کے خلاف مسلمان اور عیسائی، ایسٹ اور ویسٹ دونوں ہی ظلم کرنے میں Involve ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ خدا کو بھول گئے ہیں، اپنے دلوں پر کنٹرول نہیں رہا، بے صبری ہے اور ایک دوسرے کے خلاف بداعتمادی بدظنی ہے۔ ٹرسٹ نہیں ہے۔
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا خودکش حملے، بے گناہوں، معصوموں کی جان لے رہے ہیں یہ سب غلط ہے اس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اسی طرح مغربی حکومتوں کے ہوائی حملے بھی ظلم ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ کمیونٹی امن کا پیغام دے رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کا پیغام یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت اور اس سے محبت کرنا سیکھو اس کے بغیر وحدت کا قیام ناممکن ہے۔ خالق حقیقی سے رابطہ بڑھانے کے نتیجہ میں اس کی مخلوق سے بھی ایک ایسی بے لوث محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان سارے انسانوں کی خدمت کے لئے وقف رہتا ہے۔
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جو کہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے، خواندگی، تعلیم و تدریس کے میدان میں مفلوک الحال قوموں کے بچوں اور بچیوں کی سالہا سال سے خدمت کی توفیق پا رہی ہے۔ پینے کے پانی کی قلت غرباء کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت کی کوششیں جاری ہیں۔ اسی طرح طبی سہولتیں اکثر غریب ملکوں کو میسر نہیں۔ اس میدان میں بھی خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ نے غیر معمولی خدمت کی ہے۔
حضور انور نے فرمایا ہر قسم کے فتنہ و فساد سے دور رہتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ممبران جو اس وقت دنیا کے 180 ممالک میں رہتے ہیں ملکی قوانین کے پابند اور اپنے اپنے ملک کے وفادار پرامن شہری کے طور پر ایک نمونہ ہیں۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی امن و محبت، نیکی، تقویٰ، بنی نوع انسان کی خدمت سے متعلق تعلیمات بیان کر کے فرمایا' یہ ہے وہ اسلامی تعلیم جو جماعت احمدیہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھتی ہے اور اسی پیغام کو پہنچاتی ہے۔
جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنا خطاب ختم فرمایا تو سارا ہال پُر جوش تالیوں سے کافی دیر تک گونجتا رہا۔

حضور انور کے خطاب کے بعد سب مہمانوں کی خدمت میں مشروبات چائے اور دیگر لوازمات پیش کئے گئے، جس کا انتظام ایک علیحدہ ہال میں کیا گیا تھا۔ VIP میز پر حضور انور کے ساتھ منسٹر اور دیگر معزز مہمان تھے۔
حضور انور نے قریباً نصف گھنٹہ ان کے ساتھ مختلف امور پر گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد حضور انور فرداً فرداً سب مہمانوں کے پاس گئے ان کا تعارف حاصل کیا اور بعض سے گفتگو فرمائی۔

دورہ کی ٹی وی پریس میڈیا میں کوریج

اس تقریب کے دوران کوپن ہیگن کے ایک TV چینل اور Radio کے نمائندہ کے علاوہ ڈنمارک کے پانچ بڑے اخباروں کے فوٹو گرافر، جرنلسٹ اور رپورٹر موجود تھے۔
اس پروگرام کے بارہ میں ڈنمارک کے نیشنل ٹی وی اور T V2 نے بھی خبریں دی تھیں۔ ملک کی جن مختلف اخباروں نے اس تقریب کی خبریں دیں ان کے نام یہ ہیں:

Jylland Posten
Berlingske
Politiken
Kristelig Dagblad
Metro Xpress
Lydsvenska & Aftonbladet

پہلی تین اخباروں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے محبت و امن کے پیغام کے متعلق آرٹیکل لکھے اور حضور انور کے دورہ اور مصروفیات کی کوریج دی۔
میڈیا اور ان اخبارات کے ذریعہ قریباً دو ملین لوگوں تک حضور انور کا پیغام پہنچا۔ یہ کل ملک کا چالیس فیصد حصہ ہے۔
سویڈن کے ایک اخبار نے بھی حضور انور کے پیغام کا ذکر کیا اور آرٹیکل لکھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میڈیا میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے انٹرویوز، خطابات، پیغامات اور دورہ کے پروگراموں کی اتنی بھرپور اور وسیع پیمانہ پر کوریج ہے کہ پہلے اس طور پر کبھی نہیں ہوئی۔ ہر آنے والا دن پہلے سے بڑھ کر کامیابیوں کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ الحمدللہ۔

آیت الکرسی (منظوم ترجمہ)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ

اللہ تو ہی ہے ایک موجود
جُز تیرے نہیں ہے کوئی معبود
ہیں تیری صفات حیّ و قیّوم
سب اور ہیں تیرے آگے معدوم
تو اونگھتا ہے نہ تو ہے سوتا
ہنستا تو ہے پر نہیں ہے روتا
مالک ہے زمین و آسمان کا
خالق ہے مکین اور مکان کا
کر سکتا ہے کون وہاں سفارش
بے اذن نہیں یاں سفارش
تو بندوں کا حال جانتا ہے
کُل اگلا پچھلا تُجھ پہ وا ہے
ہیں علم سے تیرے بے خبر سب
پاتا نہیں کوئی تیرا مطلب
ہاں جس کو تُو چاہے کچھ سکھا دے
جتنے کی ضرورت ہو بتا دے
ہے ایسی وسیع تیری کرسی
حاوی ہے زمین و آسمان کی
با جاہ و جلال ہے تو محافظ
ان دونوں کا تو ہی ہے محافظ
تھکتا نہیں تو محافظت سے
برتر ہیں سمجھ سے وصف تیرے
ہے تو ہی علی تو ہی ہے اعلا
ہے تو ہی عظیم تو ہی والا
درکار نہیں وزیر تجھ کو
مطلب نہیں مشیر تجھ کو

صدمہ نہ تجھے نہ کوئی غم ہے
سب کی تیرے آگے پُشت خم ہے

خاندانِ سیکھواں

امتہ المنان قمر، نیوجرسی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو بار بار نصیحت فرمائی ہے کہ 'اپنے اپنے خاندانوں کی تاریخ کو زندہ رکھیں اور اپنے خاندانوں کی تاریخ احمدیت سے شروع کریں' حضور کے اس ارشاد کے تحت میں نے اپنے خاندانی حالات کو قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہماری خاندانی روایت کے مطابق میری امی سارہ بیگم کے دادا میاں محمد صدیق اپنے چند رفقاء کے ساتھ وادیٔ کشمیر سے پھلوں کی تجارت کی غرض سے پنجاب آئے۔ ذرائع آمدورفت کی دقت کی وجہ سے اور کشمیر میں ہندو راجہ کی مسلمانوں پر سختیوں کی وجہ سے اپنے وطن واپس نہ جا سکے۔ وہاں سے اُنکی ملکیتی زمینوں کے متعلق ان کو کئی پیغامات ملے مگر وہ واپس نہ گئے اور قادیان کے نزدیک سیکھواں گاؤں میں ہی رہائش پذیر ہو گئے۔ اسی طرح اس خاندان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب سے فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا۔

میاں محمد صدیق کے تین بیٹے تھے۔ میاں جمال الدین، میاں امام الدین، میاں خیر الدین جو بعد میں سیکھوانی برادران کے نام سے مشہور ہوئے۔ سیکھوانی برادران کو دعویٰ ماموریت سے قبل ہی 1880 سے بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 208 حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذاتی روابط اور دلی عقیدت کا شرف حاصل تھا۔ تینوں بھائیوں نے ایک ہی دن 23 رنومبر 1889 کو اجتماعی بیعت کی۔ ان تینوں کے نام اس کتاب میں آئے ہیں جو اس پیشگوئی کو پورا کرنے والی ہے کہ مہدی کے پاس ایک کتاب میں بدری اصحاب کی تعداد کے مطابق 313 اصحاب کے نام لکھے ہوئے ہونگے۔ ان تینوں بھائیوں کے نام 313 اصحاب کی فہرست کے ساتھ ضمیمہ انجام آتھم میں حضورؑ نے اپنے قلم سے درج فرمائے ہیں۔ فہرست میں ناموں کی ترتیب میں ان کے نمبر اس طرح ہیں:

30۔ میاں جمال الدین سیکھوانی گورداسپور مع اہل بیت۔ (میری والدہ صاحبہ کے والد)

31۔ میاں خیر الدین سیکھوانی گورداسپور مع اہل بیت۔ (والد صاحب مولوی قمر الدین صاحب)

32۔ میاں امام الدین سیکھوانی گورداسپور مع اہل بیت۔ (والد صاحب مولانا جلال الدین شمس صاحب)

سیکھواں

سیکھواں گاؤں قادیان سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں یہ تینوں بھائی ایک ہی حویلی میں رہتے تھے۔ میرے نانا میاں جمال الدین سب سے بڑے تھے۔ حکمت جانتے تھے۔ خداداد قابلیت و وجاہت اور روحانی فیض صحبت کی وجہ سے گاؤں والوں پر بہت رعب تھا۔ سب گاؤں والے اپنے ہر قسم کے تنازعات کا فیصلہ آپ سے ہی کرواتے۔ گاؤں کا نمبردار بھی آپ سے ہی مشورہ کرتا۔ آپس میں بھی ان تینوں بھائیوں کا بہت اتفاق تھا۔ سب کام مل جل کر کرتے اور اخراجات کا بھی کوئی الگ الگ حساب نہ ہوتا۔ چندے بھی اکٹھے ہی دیتے۔ منارۃ المسیح پر بھی تینوں بھائیوں اور اُنکے والد صاحب کا نام کندہ ہے۔ مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 320 پر چندہ دہندگان کے جن اصحاب کے نام درج ہیں اس میں نمبر 84 کے تحت محمد صدیق معہ پسران میاں جمال الدین، امام الدین، خیر الدین درج ہے۔

میں جب 1991 میں قادیان کے جلسہ سالانہ پر گئی تو سلسلہ احمدیہ کے پہلے جلسے میں شامل ہونے والوں کے نام جس جھنڈے پر لکھے ہوئے تھے اس پر ان تینوں سیکھوانی برادران کے نام بھی درج تھے۔

آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد 4 کے صفحہ 27,26 پر اس پہلے جلسے میں شریک ہونے والوں کی فہرست درج ہے۔ اس میں بھی ان بھائیوں کے نام ہیں۔ اس اوّلین جلسہ سالانہ کی کارروائی بھی مختصر تھی۔ 27/دسمبر 1891 کو نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ کی رقم فرمودہ تحریر ُ آسمانی فیصلہ ٗ پڑھ کر سنائی۔ اس موقعہ پر حاضرین کی تعداد 75 تھی۔

نصیبین روانگی کے لئے وفد

میری امی نے مجھے بتایا تھا کہ فلسطین سے سفرِ کشمیر کے راستے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کی تحقیق کے لئے نصیبین بھجوانے کے لئے جو وفد ترتیب دیا گیا تھا اس میں میرے نانا میاں جمال الدین صاحبؓ کا بھی نام تھا۔ اس وفد کا الوداعی جلسہ ہوا۔ تصویریں بھی لی گئیں مگر بعد میں کسی وجہ سے اس وفد کا بھجوانا ملتوی ہو گیا۔

تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 64 پر لکھا ہے:

''سفرِ نصیبین کے لئے حضورؑ نے تین افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کیا جس کے امیر مرزا خدا بخش صاحب نامزد ہوئے۔ حضرت میاں جمال الدین صاحبؓ اور مولوی حکیم قطب الدین صاحب بدوملہی بطور رکن قرعہ اندازی سے شامل وفد کئے گئے۔''

مالی قربانی

نصیبین کے سفر کے اخراجات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چندہ کی تحریک فرمائی تو ان تینوں بھائیوں نے بھی حیثیت سے بڑھ کر حصہ لیا چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

''اخویم منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور نے باوجود قلت سرمایہ کے ایک سو پچیس روپیہ دیئے ہیں۔ اور میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور اور ان کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیر الدین نے پچاس روپے دیئے ہیں۔ ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکرؓ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کر لیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص166-167)

مال و دولت کے حصول سے تو تینوں بھائی بے نیاز تھے۔ ایک دفعہ میرے ماموں، مولوی قمر الدین صاحب نے بتایا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے تینوں بھائیوں کو زرعی مربع دلانے کی پیشکش کی تھی مگر دیارِ مسیح کے قرب کو چھوڑنا انہیں گوارا نہ تھا۔ وہ تو تین چار میل پیدل چل کر ہر جمعہ قادیان آ کر پڑھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قربت سے فیض یاب ہو کر ہفتہ بھر کیلئے روحانی غذا سمیٹ کر شام کو گھر واپس لوٹ جاتے۔ اور جونہی قربت مہدیٔ آخر زماں کا کوئی موقعہ نظر آتا فوراً دیدار کے لئے پہنچ جاتے۔

تاریخ احمدیت جلد دوم کے صفحہ 422 پر لکھا ہے:

''حضرت اقدسؑ کی دہلی روانگی کی خبر کسی طرح سیکھواں بھی پہنچ گئی اور وہاں سے میاں جمال الدین اور منشی عبدالعزیز پٹواری بھی شرف زیارت کیلئے آ گئے۔''

نیز تاریخ احمدیت جلد دوم کے صفحہ 44 میں سفر دھاریوال کے متعلق لکھا ہے:

''چونکہ دھاریوال میں حضور کی جائے قیام کے لئے کوئی انتظام مشکل تھا۔ اس لئے میاں نبی بخش صاحب نمبردار بٹالہ، میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری، میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی اور میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی وغیرہ نے دھاریوال سے ایک میل کے فاصلہ پر موضع لیل میں حضرت اقدسؑ اور دیگر احباب جماعت کے قیام و طعام کا ایک وسیع مکان میں انتظام کر لیا تھا۔''

سیکھوانی برادران کی زندگی کے اکثر واقعات مجھے سلسلہ کی مختلف کتابوں سے بھی ملے ہیں۔

تینوں بھائیوں کے متعلق حضور اقدسؑ کے توصیفی کلمات

''مخلص آدمی ہیں۔ ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔ تینوں

بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کون اُن میں سے دوسروں سے بڑھ کر ہے۔''

(ملفوظات جلد9صفحہ355)

مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 35 پر تحریر ہے کہ:

''شیخ محمد حسین بٹالوی کے کرسی نہ ملنے اور جھڑکی کھانے سے صاف انکار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اشتہار میں ان معزز گواہوں کے نام درج کئے ہیں جنہوں نے واقعہ مذکورہ بالا چشم خود دیکھا یا عین موقعہ پر سنا اور جو کچہری میں حاضر تھے اور باقی اکثر صاحبان دروازہ کے باہر سے دیکھتے تھے۔''

اس فہرست میں ان کے نام اس طرح درج ہیں:

شیخ محمد صدیق صاحب تاجر سیکھواں ضلع گورداسپور
میاں جمال الدین صاحب تاجر سیکھواں ضلع گورداسپور
میاں خیر الدین صاحب تاجر سیکھواں ضلع گورداسپور

''حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب کو وہ چٹھی دی جو ڈاکٹر ڈوئی امریکہ کے مشہور عیسائی مفتری کے نام لکھی ہے۔ چنانچہ وہ چٹھی پڑھ کر سنائی گئی۔۔۔اس چٹھی کے ختم کرنے کے بعد مولوی عبداللہ کشمیری نے ایک فارسی نظم غازی و گولڑی کے جواب میں پڑھی۔ پھر میاں جمال الدین صاحب سیکھواں والے نے ایک پنجابی نظم تصدیق المسیح میں جو سوہل کے خیاطوں کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے پڑھ کر سنائی۔ جس میں حضرت حجۃ اللہ کی صداقت کا معیار آپ کی عظیم الشان کامیابیاں اور دشمنوں کی نامرادیاں مذکور تھیں۔ ان نظموں کے پڑھے جانے کے بعد نمازِ عشاء ادا کی گئی''

(ملفوظات جلد 3صفحہ 314,313)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت نے 12/مارچ 2005 کے روزنامہ الفضل عالم روحانی کے لعل و جواہر کے نمبر 333 'یقین محکم اور رضائے باری کے پیکر' مضمون میں لکھا ہے:

''حضرت میاں جمال الدین صاحبؓ نے ریکارڈ بہشتی مقبرہ کے مطابق 4/اگست 1921 کو انتقال کیا۔ آپؓ ایک پر جوش داعی الی اللہ اور قادر الکلام مگر کم سخن پنجابی شاعر تھے۔ آپ کا منظوم رسالہ 'عاقبۃ المکذبین' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس عہد میں ریاض ہند پریس امرتسر سے طبع ہوا۔ اور دوسرا ایڈیشن آپ کی وفات کے بعد عنایت اللہ صاحب بدوملہی تاجر کتب و مالک نصیر ایجنسی قادیان نے چھپوایا جس کے آخر میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے آپ کی مختصر سوانح سپرد قلم فرمائی اور لکھا:

''آپ ایک باہمت آدمی تھے جب بھی حضرت مسیح موعودؑ نے مقدمات کے دوران گورداسپور جانے یا انتظام کرنے کے لئے فرمایا تو باوجود بارشوں کے پانیوں میں سے گزرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ذہین و فہیم تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم سیکھواں کی مسجد میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے باتوں ہی باتوں میں میرے والد صاحب نے فرمایا کہ اب میری نظر میں کچھ کمی آ گئی ہے تو آپ فرمانے لگے کہ میری نظر میں ذرا کمی نہیں آئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کی برکت ہے۔ حضرت مسیح موعو علیہ السلام کا الہام ہے کہ ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔ میرے دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ جب بادشاہ حاصل کریں گے تو ہم کیوں نہ کریں۔ اس لئے جب کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد سے اندر تشریف لے جانے لگتے تو میں پیچھے سے ہو کر آپؑ کی دستار مبارک کا شملہ آنکھوں پر پھیر لیا کرتا۔ اسی کی برکت ہے کہ میری نظر میں بالکل کمی نہیں آئی۔

آپ پر بہت سے مصائب اور تکالیف بھی آئیں مثلاً آپ کے چار جوان لڑکے اور ایک لڑکی آپ کی زندگی میں فوت ہو گئے مگر آپ نے ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لیا۔ گاؤں کے لوگ آپ کے پاس چوتھے لڑکے کی وفات پر تعزیت کے لئے آئے اور اپنی عادت کے مطابق ایک نے کہا کہ میاں جی آپ کے ساتھ تو خدا نے بڑا ظلم کیا ہے۔ آپ نے انہیں موٹی مثال دے کر سمجھایا کہ دیکھو تم گیہوں بوتے ہو جب بڑھتی ہے تو اگر تمہاری مرضی کاٹنے کی ہو تو چھوٹی چھوٹی ہی کاٹ سکتے ہو۔ اگر چاہو ایک طرف سے اور اگر چاہو تو درمیان سے بھی کاٹ سکتے ہو۔ بہر حال تمہاری کھیتی ہوتی ہے۔ جس طرح چاہتے ہو کاٹتے ہو۔ یہ مال و اولاد بھی خدا کی دی ہوئی چیزیں ہیں اگر وہ چاہتا تو پہلے سے ہی نہ دیتا۔ اگر دی تھی تو اسی کی

مرضی وہ مالک تھا۔ جب چاہا اس نے امانت لے لی۔''

(عاقبة المکذبین، صفحه 14,13)

اپنے ماں باپ کے متعلق

میری والدہ صاحبہ کا نام سارہ بیگم اور میرے والد صاحب کا نام منشی چراغ الدین اور دادا کا نام نظام الدین تھا۔ امی کے بیان کے مطابق میرے دادا ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ میرے ابا جان کی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ دادا نے دوسری شادی کر لی تھی۔ صرف دوسری ماں سے اُن کے بہن بھائی تھے۔ والد صاحب حصولِ علم کے شوق سے گھر سے باہر نکلے۔ حق کی تلاش اور جستجو میں کئی ادوار سے گزرے اور آخر حق کو پالیا اور خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

شادی

میرے ماموں حکیم محمد اسماعیل صاحب بتایا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں خلیفہ اوّلؓ نے حاضرین سے کہا ''کوئی ہے جو اس نئے احمدی ہونے والے کو اپنی لڑکی کا رشتہ دے۔'' اس پر میرے نانا جان میاں جمال الدین نے ہاتھ کھڑا کیا اور کہا 'میں اپنی بیٹی رشتہ کیلئے پیش کرتا ہوں۔' اس طرح میرے ابا جان کا ایک معزز خاندان کے ساتھ رشتہ ہو گیا۔ صالحین کی صحبت میسر آئی۔ نیک کاموں میں قدم آگے بڑھنے لگا۔ حقّہ پینے کی پرانی عادت کو فوراً ترک کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے میں لذّت آنے لگی۔ خود قادیان میں رہائش تھی اس لئے سیکھواں والوں کے قیام وطعام کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ پھر گورنمنٹ جاب کے سلسلہ میں جہاں بھی تبادلہ ہوا احمدی احباب سے گہرے تعلقات رکھے اور ایک دوسرے کی ضرورت میں کام آتے رہے۔

جالندھر

فاضلکا ضلع جالندھر میں جب بطور او۔ٹی ٹیچر آپ کا تبادلہ ہوا وہاں ڈاکٹر حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے قرب سے فیض یاب ہوئے اور اُن کی بیٹی حضرت مریم صدیقہ، چھوٹی آپا (حرم حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ) کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا موقعہ ملا۔ تکمیل قرآن پر ڈاکٹر صاحب نے ایک گائے آپ کو تحفہ میں دی۔

گورداسپور

حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ (مع حرم حضرت اُمِّ ناصر صاحبہ) نے ڈلہوزی سے واپس قادیان آتے ہوئے ابا جان کے گھر میں قیام کیا۔ گیلے کپڑے خشک کروائے اور ماحضر تناول فرمایا۔ میرے بڑے بھائی نور الدین منیر صاحب بتاتے ہیں کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ حضورؓ ہمارے گھر آئے ہیں، میں بھاگتا ہوا آیا، مصافحہ کیا اور فرطِ محبت سے ہاتھوں کو چوم لیا۔

آخر میں جیسا کہ حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ ان انعامات کا بھی ذکر کریں جو احمدیت کی برکت سے ملے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اگر انسان شمار کرنا چاہے تو کر ہی نہیں سکتا۔ سیکھوانی برادران جنہوں نے مسیح الزمانؑ کے قرب کی خاطر اپنی کشمیر کی ملکیتی زمینوں کو چھوڑا، پنجاب میں زرعی زمینوں کی پیش کش کو قبول نہ کیا اور معمولی کاروبار کر کے چند آنے اپنے محبوب آقا کو پیش کرنے والوں کی اولادوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں سے اس قدر نوازا ہے کہ اکثر کو ان میں سے ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے خدمتِ دین کے لئے پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ میرے ماں باپ اور خود میرے سارے خاندان کو وصیت کرنے کی توفیق ملی ہے۔ اسی طرح سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں خدمتِ دین بجالانے کی توفیق پا رہے ہیں۔ میری بڑی بیٹی ڈاکٹر امۃ الشکور کو گیارہ سال نصرت جہاں کے تحت افریقہ میں خدمت کا موقعہ ملا اور بڑا بیٹا ڈاکٹر میر شریف احمد اپنے خدمتِ خلق کے پیشے کے ساتھ نائب صدر سنٹرل نیوجرسی جماعت کی ذمہ داری بھی ادا کرنے کی توفیق پا رہا ہے۔ چھوٹا بیٹا ڈاکٹر میر مقبول احمد اور چھوٹی بیٹی ڈاکٹر مہہ جبیں کسی نہ کسی رنگ میں سلسلہ کی خدمت بجالا رہے ہیں۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی اولادوں اور پھر اُن کی اولادوں اور پھر اُن کی اولادوں کو خدمتِ دین کی توفیق دیتا چلا جائے اور جب احمدیت کا جھنڈا کُل عالم پر لہرائے تو اس میں ہماری نسل کے بچوں کی بھی کوشش شامل ہو۔ آمین۔

انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار کے قابلِ تقلید نمونے

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چادر کی شدید ضرورت تھی۔ ایک صحابیہؓ نے اپنے ہاتھ سے چادر بُن کر آپؐ کی خدمت میں پیش کی۔ آپؐ اسے زیب تن کر کے صحابہؓ کی مجلس میں آئے تو آپ کے جسم مبارک پر وہ بہت بج رہی تھی۔ مگر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ چادر مجھے دے دیں۔ رسول اللہؐ جب مجلس سے واپس تشریف لے گئے تو چادر اُن کو بھجوا دی۔ دوسرے صحابہؓ حضرت عبدالرحمانؓ سے بہت ناراض ہوئے کہ انہوں نے چادر کیوں مانگی۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ چادر اس لئے مانگی تھی کہ مجھے بطور کفن پہنائی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب النساج حدیث نمبر 1951)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار بیمار تھے آپ نے فرمایا میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لوگوں نے آپ کے لئے مچھلیاں تلاش کیں۔ بڑی تلاش کے بعد صرف ایک مچھلی ملی۔ اس مچھلی کو ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت عبید نے کھانے کے لئے تیار کر دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے پیش کیا۔ اتنے میں ایک مسکین آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے وہ مچھلی اٹھا کر اسے دے دی۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمیں اس مچھلی کی تلاش میں تھکا دیا تھا۔ ہم مسکین کو درہم دے دیتے ہیں وہ درہم اس کے لئے مچھلی سے زیادہ مفید ہوگا۔ آپ مچھلی کھا کر اپنی خواہش پوری کیجئے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے نزدیک یہی مچھلی محبوب ہے اور اسے ہی صدقہ کروں گا۔

(حلیة الاولیاء جلد1 صفحہ297)

حضرت ابو بصرہ غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قبول اسلام سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے مجھے بکری کا دودھ پیش کیا جو آپ کے اہل خانہ کے لئے تھا۔ حضورؐ نے مجھے سیر ہو کر وہ دودھ پلایا اور صبح میں نے اسلام قبول کر لیا۔

بعد میں مجھے پتہ لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ نے وہ رات بھوکے رہ کر گزاری جبکہ اس سے پچھلی رات بھی بھوکے گزاری تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد6 صفحہ397)

حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غریب قوم کے لوگ حاضر ہوئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر تھا اور آپ نے صحابہؓ کو جمع کر کے خطاب کیا اور ان کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ صحابہؓ نے دینار، درہم، کپڑے جَو اور کھجور صدقہ کیا یہاں تک کہ کپڑوں اور غلے کے دو ڈھیر جمع ہو گئے۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ یہ منظر دیکھ کر سونے کی ڈلی کی مانند چمک رہا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰة باب الحث علی الصدقه حدیث نمبر 1691)

تیرے پانے سے ہی خدا پایا

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا منتخب نعتیہ کلام

میرے آقا میرے نبیؐ کریم بانیٔ پاک باز دینِ قویم
شان تیری گمان سے بڑھ کر حسن و احسان میں نظیرِ عدیم
تیری تعریف اور میں ناچیز گنگ ہوتی ہے یاں زبانِ کلیم
تیرا رتبہ ہے فہم سے بالا سرنگوں ہو رہی ہے عقلِ سلیم
مدح تیری ہے زندگی تیری تیری تعریف ہے تری تعلیم
ساری دنیا کے حق میں رحمت ہے سب پہ جاری ہے تیرا فیضِ عمیم
بند کر کے نہ آنکھ منہ کھولے کاش سوچے ذرا عدوِ لئیم
حق نے بندوں پہ رحم فرمایا اک نمونہ بنا کے دکھلایا
اُسوۂ پاک خلقِ ربّانی منتہائے کمالِ انسانی

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

کیا کہیں ہم کہ کیا دیا تونے ہر بلا سے چھڑا دیا تُونے
آدمی میں نہ آدمیت تھی اس کو انساں بنا دیا تُونے
لے کے آبِ حیات تو آیا مر رہے تھے جِلا دیا تُونے
سخت گردابِ گمرہی میں تھے پار ہم کو لگا دیا تُونے
ہو کے اندھے پڑے بھٹکتے تھے ہم کو بینا بنا دیا تُونے
تابہ مقصود جو کہ پہنچائے وہی رستہ بتا دیا تُونے
روح جس کے لئے تڑپتی تھی اس کا جلوہ دکھا دیا تُونے
تیرا پایہ تو بس یہی پایا تیرے پانے سے ہی خدا پایا
مصحفِ دید عکس یزدانی منتہائے کمالِ انسانی

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

ایک غلطی کی تصحیح

اور

بانیٔ سلسلہء احمدیہ پر ایک الزام کا مدلّل اور مُسکت جواب

مولانا مبشر احمد، مشنری ویسٹ مڈ ویسٹ ریجن

(نوٹ: امریکہ کے ایک ہفت روزہ اردو اخبار 'پاکستان نیوز، نیو یارک،16-22/ فروری 2006 کے شمارہ میں مفتی عبدالرحمٰن قمر(نیو یارک) کا ایک مضمون 'نسلِ انسانی کا مکمل انسان 'کے عنوان سے شائع ہوا جس میں ہتکِ رسولؐ کرنے والوں کی ایک نشانی بتائی گئی ہے جو قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ ذیل میں اس مضمون کا یہ حصہ قارئین کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے ایک مبلغ 'مبشر احمد صاحب' کا ایک خط بھی' جو انہوں نے اس اخبار کے ایڈیٹر صاحب کو اس مضمون کے جواب میں لکھا، شائع کیا جارہا ہے)

مفتی عبدالرحمان قمر صاحب نے اپنے مضمون 'نسلِ انسانی کا مکمل انسان' شائع شدہ پاکستان نیوز 16 رفروری 2006 میں لکھا:

[ایک عرب سردار نے طاقت کے نشہ میں سرشار اللہ ربّ العزت کے پیارے رسول ﷺ کے بارے میں اپنے خبثِ باطن کا اظہار جب ان الفاظ میں کیا کہ آپ اللہ کے فرستادہ رسول نہیں بلکہ نعوذ باللہ ایک دیوانہ مجنون خواہشمندِ شہرت ہیں۔ اس کا جواب قرآن مجید کی سورۃ قلم میں دائمی طور پر موجود ہے تاکہ قیام قیامت تک کسی ماننے والے یا نہ ماننے والے کو شک نہ رہے۔ اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور زبان سے پڑھ لے۔ چونکہ یہ جواب چودہ جملوں پر محیط ہے۔ میں صرف ایک جملہ لکھ رہا ہوں۔ ارشادِ باری یوں ہے: ''یہ سردار جو آپؐ کو مجنون کہہ رہا ہے یہ حلال زادہ ہی نہیں ہے۔''

جب ان آیات کا نزول ہوا اور آخری جملہ اس سردار کے کان میں پڑا تو وہ تلوار لے کر سیدھا، اپنی ماں کے پاس پہنچا اور ماں سے کہا کہ مجھے سچی بات بتاؤ میں حلال زادہ ہوں کہ نہیں کیونکہ محمد ﷺ کا خدا ہمیشہ محمد ﷺ کو سچی بات بتاتا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے اپنے بارے میں شک ہو گیا ہے۔ جو جواب اس کی ماں نے اپنے جواں سال سردار کی ننگی تلوار کو دیکھ کر دیا وہ واقعی حیران کر دینے والا تھا۔ سردار کی ماں نے کہا کہ تمہارا باپ قبیلہ کا سردار تھا نامور تھا لیکن نامرد تھا۔ میں نے تمہارے باپ کی سرداری بچانے کے لئے یہ حرامزدگی کی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ ایک مسلمہ اصول بن گیا ہے کہ آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات پر جب بھی کوئی انگلی اٹھاتا ہے وہ اپنا ہو یا غیر ہو، اس کے نسب میں ضرور شک ہوتا ہے۔ وہ مرزا غلام قادیانی ہو یا ڈنمارک کے اخبار کا مالک حالانکہ کچھ ہی دنوں کی بات ہے، ہمارے امریکہ کے ایک مشہور مصنف مائیکل ہارٹ نے 'دنیا کے سو بڑے لوگ' نامی کتاب لکھی جس میں اس نے حضرت محمد ﷺ کو پہلے نمبر پر رکھا اور حضرت عیسیٰ کو چوتھے نمبر پر لکھا۔ چونکہ وہ عیسائی تھا عیسائیوں نے اسے بڑی لعن طعن کی کہ تو عیسائی ہو کر مسلمانوں کے نبی کو پہلے نمبر پر رکھتا ہے۔ اس نے جو جواب دیا تھا وہ ابھی تک لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہے۔۔ اس نے لکھا میں نے نبی ہونے کے ناطے اس کو نمبر نہیں دیا بلکہ آج تک پوری نسل انسانی میں ایسا مکمل انسان میں نے نہ پڑھا ہے نہ دیکھا ہے۔۔۔ کاش مغربی لوگ ہمارا امتحان لینے کے بجائے مائیکل ہارٹ کی کتاب کو پڑھ لیں،۔۔۔۔]

اس مضمون کے جواب میں جو خط جماعتِ احمدیہ کے ایک مشنری 'مولانا مبشر احمد صاحب' نے اس اخبار کے ایڈیٹر صاحب کو لکھا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

خط بنام جناب ایڈیٹر پاکستان نیوز، نیویارک

مؤرخہ 10 / مارچ 2006
محترم جناب ایڈیٹر صاحب
پاکستان نیوز، نیویارک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم۔

محترم جناب ایڈیٹر صاحب، پاکستان نیوز، نیویارک !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کے ہفت روزہ پاکستان نیوز کی 16-22 فروری 2006 کی اشاعت میں مفتی عبدالرحمان قمر صاحب کا مضمون بہ عنوان 'نسلِ انسانی کا مکمل انسان' نظر سے گزرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے کوئی بات بھی لکھتے وقت مضمون نگار کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے کہ کسی قسم کی بھی غلط بیانی نہ کی جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے اور فرمایا کہ 'انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے!'۔ 'پاکستان نیوز' کو بھی بلاتحقیق لکھی ہوئی عبارات کی اشاعت سے پرہیز کرنا چاہیئے نہیں تو صحافت کے اعلیٰ اخلاقی معیار سے گرنے کا خطرہ ہے۔
مفتی عبدالرحمان قمر صاحب نے سب سے پہلے ایک مخالفِ رسولؐ عرب سردار کا واقعہ لکھ کر اور اُس کی ماں کو ایک بدکار عورت اور اُس عرب سردار کو ولدِ حرام لکھنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ:

'اُس وقت سے لے کر آج تک یہ ایک مسلّمہ اصول بن گیا ہے کہ آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات پر جب کوئی انگلی اٹھاتا ہے وہ اپنا ہو یا غیر ہو، اُس کے نسب میں ضرور شک ہوتا ہے۔'

اب ساری تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر انتہائی ظلم توڑنے والے اور ہتک کرتے کرتے نہ تھکنے والے خود آپؐ کے چچا ابولہبؔ سب سے پیش پیش تھے۔ اگر مفتی صاحب کا پیش کردہ ''مسلّمہ اصول'' درست مان لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ابولہبؔ ولدِ حرام تھے اور اسی طرح بقول مفتی صاحب خود آنحضرت ﷺ کی دادی پر الزام پڑ جائے گا اور ان کی عفت و عصمت بھی مشکوک ٹھہرے گی۔ اور اس طرح آپؐ کے انتہائی محب و مشفق دادا عبدالمطلّب پر زَد پڑتی ہے جنھوں نے رسولِ پاک ﷺ کی پیدائش پر آپؐ کے یتیم ہونے کی وجہ سے انتہائی محبت اور شفقت، ادب و احترام کے ساتھ پرورش فرمائی۔ مگر ادھر یہ مفتی صاحب ایک ایسا من گھڑت 'مسلّمہ اصول' پیش کر رہے ہیں کہ اس کو مان لیا جائے تو نعوذ باللہ زوجہء عبدالمطلب یعنی خود آپؐ کی دادی پر الزام آ جائے گا کہ کم از کم اُن کا ایک بیٹا اپنے باپ کی اولاد نہ تھا بلکہ ولدِ حرام تھا!!! مفتی صاحب کو بلاسوچے سمجھے غلط باتیں ''مسلّمہ اصول'' کے طور پر پیش نہیں کرنی چاہئیں۔
اُس سے آگے چل کر مفتی عبدالرحمان قمر صاحب مائیکل ہارٹ کی ایک کتاب کے حوالے سے بات کرتے ہیں اور مصنفِ کتاب سے بعض ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو کہ اس کتاب میں قطعاً تحریر نہیں بلکہ جن سے اُس مصنف نے صاف انکار کیا ہے۔ شک گزرتا ہے کہ مفتی صاحب نے یا تو وہ کتاب خود بغور مطالعہ ہی نہیں کی اور مصنف کا اصل مقصد سمجھنے میں ناکام رہے ہیں یا محض سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دیا ہے۔
سب سے پہلے تو مفتی صاحب نے مائیکل ہارٹ کی کتاب کے نام کا ہی غلط ترجمہ پیش کیا ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

'ہمارے امریکہ کے ایک مشہور مصنف مائیکل ہارٹ نے ''دنیا کے سو بڑے آدمی'' نامی کتاب لکھی ہے۔'
کتاب کا نام ''دنیا کے سو بڑے آدمی'' نہیں ہے اصل نام ہے:

The 100: A Ranking of the Most Influential persons in History

اسکا اردو ترجمہ یوں ہوگا:

ایک سو: تاریخ میں سب سے زیادہ ذی اثر اشخاص کی درجہ بندی

مائیکل ہارٹ نے خود اپنی اسی کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ ان اشخاص کے بڑے یا چھوٹے ہونے کی ترتیب سے انکار کیا ہے۔ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں مائیکل ہارٹ نے لکھا ہے:

''کہ اس سوال کے جواب میں کہ کون سے اشخاص انسانی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے ہیں؟ یہ کتاب اس سوال کا میرا ذاتی جواب ہے۔ یہ ایک سو ایسے افراد کی فہرست ہے جو کہ میرے نزدیک تاریخ میں سب سے زیادہ ذی اثر ہو گزرے ہیں۔ میں اس بات پر ضرور زور دونگا کہ تاریخ میں سب سے زیادہ با اثر لوگوں کی یہ فہرست ہے نہ کہ ''سب سے بڑے'' لوگوں کی، مثلاً میری فہرست میں سٹالن جیسے انتہائی بارسوخ مگر بدکردار اور شقی القلب انسان کو شامل کیا گیا ہے۔ مگر نیک و بزرگ Mother Carbini کی گنجائش نہیں ہے۔''

کتاب کا مصنف مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''شہرت، قابلیت یا کردار کی شرافت میں اور با اثر ہونے میں فرق ہے، یہ ایک چیز نہیں ہیں۔۔اس لئے بن یامین فرینکلن، مارٹن لوتھر کنگ جونیئر، بیب رُوتھ اور لینارڈو ڈاونسی اس فہرست میں شامل نہیں۔۔۔مگر اثر اندازی کے لئے ضروری نہیں کہ ہمیشہ اچھی اور سودمند ہی ہو۔ اس لئے ہٹلر جیسا مُضر اور پُر معصیّت شخص شمولیّت کے معیار پر پورا اُترتا ہے۔ ''

یہی مصنف اُسی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''بعض اوقات ایک شخص جو کہ مکمل طور پر ایک اہم واقعہ یا تحریک کا ذمہ دار ہو اُس کا درجہ ایسے شخص سے اونچا رکھا گیا ہے جس نے ایک اہم تحریک میں کم اثر رکھنے کا کردار ادا کیا ہو۔ اس کی ایک بالکل واضح مثال یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عیسیٰ علیہ السلام سے اعلےٰ درجہ زیادہ تر اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ میرے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذاتی اثر مسلمانوں کا مذہب بنانے میں زیادہ ہے بہ نسبت عیسیٰ (علیہ السلام) کا عیسائی مذہب بنانے میں۔ اس سے یہ معنی ہرگز نہیں نکلتے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ بڑا انسان سمجھتا ہوں۔''

اصل انگریزی کی عبارت یوں ہے:

This does not imply , of course , that I think Muhammad was a greater man than Jesus.

اب دیکھیئے کہ مائیکل ہارٹ کیا لکھ رہا ہے اور جناب مفتی صاحب مائیکل ہارٹ کی طرف کون سے الفاظ منسوب کر رہے ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اب غلط بیانیاں کر کے ہی اعلےٰ اور ارفع مقام تمام انسانیت میں حقیقی طور پر ہے اس کے لئے مائیکل ہارٹ کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ پر خود اللہ تعالیٰ اور ملائک دُرود و سلام بھیجتے ہیں۔ آپؐ کو کسی جھوٹی تعریف کی قطعاً ضرورت نہیں۔

سب سے زیادہ مفتی صاحب نے اپنی لاعلمی اور جہالت کا ثبوت یوں دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے عاشق اور غُلام کو ڈنمارک کے اخبار کے مالک کے

ساتھ شامل کر لیا ہے۔ مذہبی اختلافات اپنی جگہ پر مگر حقائق کو مسخ کرنا اور زبان درازی کر کے اپنی گندی ذہنیت کا اظہار کرنا انتہائی افسوس ناک امر ہے اے کاش کہ ہفت روزہ 'پاکستان نیوز' کے مضمون نویس نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی روح پرور اور وجد آفریں تحریرات خود پڑھنے کی تکلیف گوارا کی ہوتی جو کہ اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام، آپؐ کے حُسن واحسان انسانِ کامل، رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیّین ہونے کے حوالے سے قلم بندکی ہیں تو مفتی صاحب اتنا بڑا جھوٹ اور بہتان نہ باندھتے۔ آپ کی خدمت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی چند تحریرات بطور نمونہ ارسال ہیں۔ انہیں بغور اور نیک دلی سے مطالعہ فرمائیں اور خود ہی اپنے دل سے فتویٰ حاصل کریں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانیؑ تحریر فرماتے ہیں:

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتّم اَور اکمل اَور اعلیٰ اَور ارفع فرد ہمارے **سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم** ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اَور حسبِ مراتب اُس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔۔۔ اَور یہ شان اعلیٰ و اکمل اَور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے ہادی نبی اُمّی صادق مصدوق **محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** میں پائی جاتی تھی۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ160-161)

''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام **محمدؐ** ہے (ہزاروں ہزار درود اور سلام اس پر) یہ **کس عالی مرتبہ کا نبی** ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے بجز اس کے مرتبہ شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ **توحید** جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خُدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اَور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو **تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی** اَور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار اور افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ **ذرّیت شیطان** ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے پائی۔ زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُس وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ115-116)

''تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اَور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اَور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اَور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اَور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اَور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔''

(روحانی خزائن جلد19 کشتی نوح صفحہ14.13)

اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ **اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے** اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔''

(تریاق القلوب صفحہ11)

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً وعملاً وصدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی **حضرت خاتم الانبیاء امام الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیّین جناب محمد مصطفیٰ صلّے اللہ علیہ وسلم** ہیں۔ اے ہمارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درُود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دُنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دُنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ اُن کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی۔ اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دُنیا میں سچے سمجھے گئے۔ **اللّٰھم صل و سلّم و بارک علیه واٰله و اصحابه اجمعین و اٰخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العٰلمین۔**''

(اتمام الحجّة صفحہ 36)

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر۔ تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔۔۔ سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی اُمّی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا۔ اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے اَنہونی نہیں رہے گی۔ **زندہ خدا** جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور **جھوٹے خدا** سب اس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہوں گی۔ **والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔**''

(سراج منیر صفحہ 82-83)

فقط

والسلام خاکسار

مبشر احمد

❖✲❖✲❖✲❖✲❖✲❖✲❖

ہتک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل خاکوں کا تجزیہ

محمود بن عطاء ، آسٹن ٹیکساس

تقریباً 6 ماہ سے دنیا بھر کے 1.3 بلین مسلمان شدید روحانی اذیت کا شکار ہیں۔ ڈنمارک کے اخبار نے 30 ستمبر 2005 کی اشاعت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں 12 دل آزار کارٹون شائع کئے۔ اس اشاعت کے بعد وہاں مقیم مسلمانوں اور ان کے مذہبی عمائدین نے احتجاج کیا۔ پہلے تو اس کا اثر نہ ہوا لیکن کچھ عرصہ بعد اخبار نے معذرت شائع کی مگر ملکی قانون اور آزادیٔ اظہار کے حق کے ذکر کا اعادہ بھی کیا۔ حقیقت یہ ہے مغربی معاشرے میں اس قسم کے شتر بے مہار عناصر، دراصل بے دین قسم کے لوگ ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تورات میں مذکور دیگر انبیاء اور مذہبی شخصیات کو بھی اپنی تحریر و تقریر اور خاکوں میں نشانۂ تضحیک بناتے رہتے ہیں۔ ڈنمارک میں ہی ایک ریلوے اسٹیشن پر ایک مصور نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عریاں تصویر بنائی جس میں ان کے آلۂ تناسل کو حالتِ شہوت میں دکھایا گیا تھا اور یہ شرمناک پینٹنگ وہاں کئی ماہ تک موجود رہی۔ اس طرح ایک بوٹ بنانے والی کمپنی نے اپنے بوٹوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لکھنے کی گستاخی کی' حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک عریاں مجسمہ ایک مشہور میوزیم میں موجود ہے اور آرٹ کے موضوع پر ہر کتاب میں اس مجسمے کی تصویر موجود ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ایسے مصنفوں اور صحافیوں کے قلم سے انتہائی غلیظ الزامات شائع ہوئے ہیں۔ آزادیٔ تحریر و تقریر کے نام پر یہ بے دین ہر طرح کی بے ادبی کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلامی ممالک میں ان خاکوں کے خلاف احتجاج میں شدت آئی تو ان لوگوں نے اعلان کیا کہ وہ اب خدا تعالیٰ کے کارٹون شائع کریں گے!

اس قسم کے شیطان صفت لوگوں کو قرآن کریم نے 'زمانہء جاہلیت' کے لوگوں کا مثیل قرار دے کر 'جاہل' کے نام سے یاد کیا ہے اور ان سے اعراض کا حکم دیا ہے۔ پُر زور مگر پُر امن احتجاج کا راستہ ہی صحیح راستہ ہے۔ تشدّد کا راستہ اختیار کرنے والوں کو آخر کیا ملا ہے؟ سفارت خانے جلائے گئے۔ پرچم اور پُتلے نذرِ آتش کئے گئے۔ توڑ پھوڑ اور لوٹ مار کی گئی۔ افغانستان اور پاکستان میں لوگ مارے گئے۔ نائیجیریا میں چرچ اور مساجد تباہ کردی گئیں۔ دونوں مذاہب کے لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا۔ اس سوچ اور طریق کار کے حامل لوگوں کا ایک مطالبہ بھی نہیں مانا گیا۔ مطالبہ کیا گیا تھا کہ ڈنمارک کی حکومت معافی مانگے، خاکے شائع کرنے والے اخبارات کے ایڈیٹروں کو گرفتار کیا جائے۔ کارٹون بنانے والوں کو سزا دی جائے۔ ہتک انبیاء کو جرم قرار دینے کے لئے قانون سازی کی جائے۔ ان میں سے کوئی ایک مطالبہ بھی نہیں مانا گیا بلکہ ردِّ عمل میں یہ خاکے 40 ممالک میں شائع کئے گئے۔ بعض نئے کارٹون بنائے گئے۔ ایک ملک کے وزیر نے ان ٹی شرٹس کی نمائش کی جن پر یہ کارٹون بنائے گئے تھے۔ اس صورت حال کا صحیح علاج یا ردِّ عمل' تشدّد نہیں بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر اعتراضات کی مؤثر تردید اور تغلیط اور جناب رسالت مآبؐ کی سیرت طیبہ کی تبلیغ و اشاعت ہے۔

میں نے اسی نیت کے ساتھ دل پر پتھر رکھ کر ان تمام خاکوں کا تجزیہ کیا جو مسلمان ممالک میں پُر تشدّد احتجاج کے بعد بہت سے اخبارات و جرائد میں شائع ہوئے۔ یہ تمام خاکے مندرجہ ذیل چار نکات یا اعتراضات کے گرد گھومتے ہیں:

1۔ اسلام خودکش حملہ آوروں کی تقدیس و تکریم کرتا ہے۔
2۔ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔
3۔ اسلام مجاہدوں اور شہیدوں کو 72 حوروں سے ہم آغوش کرنے کا وعدہ دے کر مرنے مارنے پر اُکساتا ہے۔
4۔ اسلام خاوندوں کو بیویوں کو زدو کوب کرنے پر ابھارتا ہے اور مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو حقیر، محکوم اور مقہور قرار دیتا ہے۔

قرآن مجید، حدیث، سنت اور سیرت طیبہ پورے زور سے ان تمام اعتراضات کو ردّ کرتی ہے۔ ان بے بنیاد اعتراضات کے ردّ میں چند اشارات پیش خدمت ہیں:

خودکشی:

اسلام خودکشی کی مذمت کرتا ہے۔ایک صحابی نے اپنے حالات سے تنگ آکر موت کی آرزو اور تمنا کی تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ اندازِ دُعا اختیار کرنے سے منع فرمایا۔خودکشی کرنے والے کو حضور نے 'اہل النار' یعنی جہنمی قرار دیا ہے۔ بخاری شریف میں اسلامی لشکر کی حمایت میں کفار سے لڑنے والے ایک جنگجو کا ذکر ملتا ہے جس کی جرأت اور دلیری سے صحابہ کرامؓ بے حد متاثر ہوئے۔ اس نے زخموں کی اذیت سے تنگ آکر خودکشی کر لی۔حضور ﷺ نے فرمایا:

''یہ دوزخیوں میں سے ہے'' (ملاحظہ فرمائیے، صحیح بخاری، عربی متن مع اُردو ترجمہ جلد دوم، کتاب الجہاد صفحہ109,108 ناشر جہانگیر بک ڈپو، لاہور) ذرا اس سینار یو کو ذہن میں تازہ فرمائیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سپہ سالاری میں، پرچم اسلام کے سائے تلے، کفار سے لڑنے والا خودکشی کر کے جہنمی قرار پاتا ہے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے؟ 'ماڈرن' جہادی مُلاّ اپنی 'خود ساختہ شریعت' میں اگر خودکشی کرنے والوں کو جنت الفردوس کا پاسپورٹ جاری کر رہا ہے تو کرتا پھرے ع

دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

اس کا پاسپورٹ بھی جعلی اور ساحرِ الموت کی جنت کی طرح اس کی جنت بھی جعلی!! ان خودکش 'شہیدوں' کو 72 فراخ چشم حوروں سے ہم آغوشی کی نوید دی جاتی ہے۔اُردو لنک کے صفحات کے ذریعے میری تمام جہادی علماء سے درخواست ہے کہ وہ مجھے قرآن کریم سے صرف ایک آیت ہی ایسی دکھادیں جس میں شہداء کو 72 حوروں سے نکاح اور جماع کا وعدہ دیا گیا ہے۔صحاحِ ستہ یعنی احادیث کے 6 مستند مجموعوں سے کوئی ایک حدیث دکھلا دیں جس میں 72 حوروں کا ذکر موجود ہے۔قرآن مجید کی 4 سورتوں (الرحمٰن، الواقعہ، الدخان، الطور) میں جنت کی نعمتوں کے حوالے سے حُـوْرٌ عِیْـنٌ کا بھی ذکر موجود ہے۔ان چار سورتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمیت آیات کی کُل تعداد 286 بنتی ہے۔ان میں ایک بھی ایسی آیت موجود نہیں جس میں جہاد، قتال، مجاہد یا شہید کا ذکر پایا جاتا ہو۔ جو قوم قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ چکی ہو اسے 72 کی بجائے 7200 حُوروں کا وعدہ دیا جا سکتا ہے۔اگر کسی کو قرآن پڑھنے کی توفیق ملے گی تو مُلاّ سے پوچھنے آئے گا کہ حضرت یہ حسین وعدہ کہاں درج ہے!

اسلام کی جبری اشاعت:

یہ الزام بھی بے بنیاد ہے اپنے مذہبی عقائد کو دوسروں پر بزور شمشیر ٹھونسنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

(سورۃ بقرہ:257)

دین میں جبر کی نفی کی گئی ہے۔سورۃ الکافرون کی آخری آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

(الماعون:8)

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور نبی کریم ﷺ سے مذہبی گفتگو کے لئے مدینہ آیا۔ بات مباحثے سے دعوت مباہلہ تک جا پہنچی۔قرآن مجید میں یہ واقعہ درج ہے۔ نجران کے عیسائی عمر بھر غیر مسلم رہے۔ان کی اگلی نسل نے بغیر کسی جبر کے خود اسلام قبول کیا۔رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ان لوگوں نے اپنے قبلے کی طرف رُخ کر کے عبادت کی۔ایسے مذہب پر کس طرح جبر کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے؟ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کی تہمت 'جہاد' کی غلط تعبیر کا نتیجہ ہے۔ جہاد ہرگز ہرگز 'کروسیڈ (Crusade)' اور 'ہولی وار (Holy War)' نہیں۔ان الفاظ کا عربی متبادل 'حرب المقدسۃ' ایک مرتبہ بھی قرآن وحدیث میں استعمال نہیں ہوا۔ جہاد سے جدوجہد مراد ہے جس کی قرآن وسنت میں کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں، جہاد بالقرآن، جہاد بالمال، جہاد بالنفس، جہاد کبیر، وغیرہ ایک قسم 'جہاد بالسیف' بھی ہے جسے قرآن کریم نے 'قتال' بھی کہا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے جہاد کو 'جہادِ اصغر' قرار دیا ہے اور قربِ الٰہی کے حصول کے لئے تزکیہءِ نفس کے لئے جدوجہد کو 'جہادِ اکبر' قرار دیا ہے۔قرآن کریم کی تبلیغ کو خود قرآن میں جہادِ کبیر قرار دیا گیا ہے۔'صلح حدیبیہ' کو اللہ تعالیٰ نے 'فتح عظیم' قرار دیا۔اس معاہدۂ امن کے بعد اسلام تیزی سے پھیلا حتیٰ کہ لڑائی کے بغیر فتح مکہ نے اسلام کو نئی عظمتیں عطا کیں۔انڈونیشیا

میں آج تقریباً 200 ملین مسلمان آباد ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد مسلمان تاجروں کی تبلیغ اور نیک نمونے کو دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے نہ کہ تیغ وتفنگ سے۔ اگر اسلام میں جبر و اکراہ کی گنجائش ہوتی تو اسپین اور ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں نہ ہوتے، جہاں انہیں صدیوں تک حکومت کرنے کا موقع ملا بالکل اسی طرح **حقوقِ نسواں** کی پامالی کا الزام بھی غلط اور بے بنیاد ہے، عورتوں کے حقوق کے لئے اسلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کے احسانات کا اندازہ عرب، ایران، ہند، روما اور یونان میں قبل از اسلام عورتوں کی حالت کا تقابلی مطالعہ کر کے لگایا جا سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں عورتوں نے جو حقوق حاصل کئے ہیں وہ کسی مذہب کا عطیہ نہیں بلکہ ان کی طویل جدو جہد کا نتیجہ ہے۔ یہ حقوق مذاہب قدیم کے بانیوں، ماہرین قوانین اور مصلحین معاشرہ نے نہیں دیئے۔ اس سے زیادہ حقوق، تحفظ اور سماجی مقام و مرتبہ اسلام 1400 سال قبل عطا کر چکا ہے۔ اگر 'حدود ایکٹ' وغیرہ میں فقہاء نے کہیں ڈنڈی ماری ہے تو یہ اسلام کا قصور نہیں، غلط سیاسی اور سماجی قوتوں کا فتور ہے۔ یہ مغرب کے صحافیوں کی سراسر زیادتی اور بددیانتی ہے کہ اسامہ بن لادن، ایمن الظواہری اور مصعب الزرقادی کے اقوال و افعال اور جہادی علماء کے خود ساختہ نظریات وعقائد کی وجہ سے حضرت رسول کریم ﷺ کو نشانہء تنقید وتضحیک بنا رہے ہیں۔ ایک یہودی دہشت گرد نے چند سال قبل، امن کے نوبل انعام یافتہ، اسرائیلی وزیرِ اعظم رابن کو قتل کر دیا تھا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جرم کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے؟ ایک ہندو بنیاد پرست صحافی، نتھو رام گاڈ سے، نے 1948 میں عدم تشدّد کے داعی، مہاتما گاندھی کو قتل کر دیا تھا۔ آج تک کسی نے ہندوازم کے رشیوں، رام یا کرشن کو اس خون ناحق کے لئے مضحکہ خیز خاکوں میں نہیں اُڑایا۔ آئرش ریپبلکن آرمی (IRA) کے مسیحی دہشت گردوں نے سالہا سال تک قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ کیا ان مظالم کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارٹون بنانا جائز ہوگا؟ یورپ کا پریس ایک مرتبہ بھی اس بے انصافی کا مرتکب نہیں ہوا۔ لیکن وہاں اسلام کی طرف منسوب بعض گمراہ عناصر کے غلط اقوال اور اعمال کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی اور گستاخی کو آزادئ صحافت کے نام پر جائز سمجھا گیا ہے۔ اس بددیانتی، اخلاقی دیوالیہ پن اور دوہرے معیار پر جتنا بھی احتجاج کیا جائے کم ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اسلامی ممالک میں تعلیماتِ اسلام کے برعکس' تشدّد کا رویہ اختیار کر کے اس احتجاج کو بے اثر بنا دیا گیا۔ بڑے دکھ اور قلق کی بات ہے کہ اسامہ بن لادن، ایمن الظواہری اور مصعب الزرقادی کی تقریروں اور کیسٹوں کے علاوہ مسلمان علماء کی تحریروں اور تفسیروں میں ایسا مواد موجود ہے جن میں اشتعال انگیز خاکوں میں موجود چاروں الزامات کی بھرپور تائید اور توثیق ہوتی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے جب یہی اعتراض کفار کے ہاتھوں خاکوں میں ڈھلتے ہیں تو ہم لوگ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں اور ہزاروں لوگوں کو مشتعل کر کے سڑکوں پر خون بہانے اور آگ لگانے کے لئے لے آتے ہیں مگر انہی باتوں کو جب الفاظ کی شکل میں علماء اور بزرگوں کی کتابوں اور تفسیروں میں دیکھتے ہیں تو ان تحریروں کو چومتے اور سینے سے لگاتے ہیں اور دینی مدرسوں میں پڑھاتے ہیں اور ایسا لکھنے والوں پر تحسین و آفرین بلکہ 'رحمۃ اللہ علیہ' کے ڈونگرے برساتے ہیں۔ مجھے اس وقت The Satanic Verses کا بدبخت اور لعین مصنف، سلمان رشدی یاد آ گیا ہے جس نے اپنے اس ناول کا نام اور مرکزی خیال مسلمان مفسرین کی تفسیروں سے اخذ کیا۔ اس ناول کی اشاعت پر سلمان رشدی پر قتل کا فتویٰ بڑے زور وشور سے لگایا گیا مگر کسی فقیہہ، مفتی اور مُلّا نے ان مفسروں کو نہیں کوسا۔ جنہوں نے سورۃ النجم کی آیات 20,19 کے بعد دو آیتیں اپنی طرف سے گھڑ کر نعوذ باللہ من ذالک، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بھی جاری کروا دیں اور ان آیات کو شیطان کا القاء قرار دے کر 'آیات الشیطانیہ' کا نام دیا۔ رشدی کے ناول کا نام ان الفاظ کا انگریزی ترجمہ ہے:

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہہ و شاعر و صوفی کی ناخوش اندیشی

ہم بھی اس اعتبار سے دوہرے معیار کی ڈسی ہوئی قوم ہیں۔ مَیں قوم کی اس بدقسمتی پر آنسو بہانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں؟ میری دیانت دارانہ رائے ہے کہ اُمّہ کو بھی 'ہوم ورک' کرنے کی ضرورت ہے۔ جی چاہتا ہے کسی دن یہ سارا مواد یکجا کر کے صاحبانِ جبہ ودستار اور وارثان منبر ومحراب کے حضور پیش کر کے پوچھوں کہ توہینِ رسالت کے اصل مجرم کون ہیں؟

بیان اپنے ضمیر وقلم کے بھی سن لیں
بہت ہے جلدی جنہیں فیصلے سنانے کی

(ہفت روزہ اُردو لنک، 24-30 مارچ 2006 صفحہ 17,14)

حکایاتِ نور

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

’’ صوفیوں نے کہا ہے کہ انسان تو رَجُل ہے اور نفس مؤنث ہے۔ مومن انسان وہ ہوتا ہے جو اس عورت کو وعظ کرے یعنی اپنے نفس کی اصلاح کرے۔ ایک مرتبہ میرے دل میں ایک گناہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے بہت سی حمائلیں خرید لیں۔ ایک جیب میں ایک صدری میں اور ایک ہاتھ میں، ایک بستر میں، ایک الماری میں۔ غرض کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ جب خیال آتا فوراً قرآن نظر پڑتا۔ یہاں تک کہ نفس کی وہ خواہش جاتی رہی۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 21)

’’بدی کا بدلہ بدی سے دینا گویا ایک اور بدی کرنا ہے۔ صبر بڑے بڑے پھل رکھتا ہے۔ ہم یہاں سب کیوں آئے۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی نسبت جانتا ہے۔ میں تو یہاں (قادیان) دین سیکھنے آیا تھا۔ ایک دفعہ مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ) کے منہ سے اتنا نکلا تھا کہ تم اپنے وطن کا خیال تک بھی نہ لاؤ۔ سو اس کے بعد میں نے وطن کی کبھی خواہش نہیں کی۔ یہاں میں نے مالی جانی نقصانات اٹھائے مگر صبر کیا۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس صبر کا اجر مجھے مل گیا کہ میں مظفر و منصور ہو گیا کوئی وظیفہ کوئی عمل تم سے الگ مجھے نہیں آتا۔ پھر بھی میں نے وہ بات حاصل کی جو میرے ایسے انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ انسان کی روح میں ایک تڑپ معیت کی بھی ہے۔ اللہ وعدہ کرتا ہے کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ ایک معمولی انسان کے ساتھ کتنی بڑی بات ہے پس جس کے ساتھ خدا ہو اسے اور کیا چاہیئے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 519)

ایک امیر میرا مربی تھا۔ اس کے دروازہ پر ایک پوربی شخص صبح کے وقت پہرہ دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ صبح کی نماز کو نکلے تو وہ خوش الحانی سے گا رہا تھا، کہا تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ جواب دیا کہ پہرہ دار ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا تمہارا پہرہ دن میں دو گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ ہم تمہارا پہرہ پانچ وقت میں بدل دیتے ہیں۔ تم تھوڑی تھوڑی دیر کے واسطے آجایا کرو، اور نماز کے وقت میں پانچوں وقت اس کے وقت کو تقسیم کر دیا اور اس وقت جاتے جاتے اس کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کے معنے سکھا دیئے کہ میری واپسی پر یاد رکھنا۔ چنانچہ جب وہ نماز صبح پڑھ کر واپس آئے تو اس نے یاد کر لئے تھے۔ آکر اس کو رخصت دے دی۔ پھر الحمد شریف کے معنے بتا دیئے۔ غرض عشاء کی نماز تک الحمد اور قل کے معنے اس نے پورے یاد کر لئے۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ بعد اس کا پہرہ پچھلی رات میرے مکان پر تھا۔ میں نے سنا کہ وہ بارہویں پارہ کو پڑھ رہا تھا۔ غرض دریافت پر کہا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے بارہ سپارے بامعنی یاد کر لئے ہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 257)

حضرت یوسفؑ کے پاس مجلس میں دو شخص آئے اور کہا کہ ہم نے خواب دیکھی ہے اس کی تعبیر بتلا دو۔ آپؑ نے فرمایا۔ کھانے کے وقت سے پہلے ہم آپ کو تعبیر بتلا دیں گے۔ پھر آپ نے کہا کہ دیکھو ہم کو علمِ تعبیر کیوں آتا ہے، تم کو کیوں نہیں آتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے شرک کو چھوڑا تم بھی چھوڑ دو۔ دیکھو دو گھروں کا ملازم ہمیشہ مصیبت میں رہتا ہے۔ کام کے وقت ہر ایک یہ کہتا ہے کہ کیا تو ہمارا ملازم نہیں لیکن تنخواہ دینے کے وقت کہتے ہیں کہ کیا دوسرے کا کام نہیں کیا۔ اس لطیف طریقہ پر حضرت یوسفؑ نے شرک کی برائیاں بیان کیں اور پھر یہ بھی کہا کہ انبیاء پر ایمان لانا اور خدائے واحد کو ماننا ضروری ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 232)

اللہ تعالیٰ کی شان کے رُوح پرور نظّارے

شمیم اختر اعظم، ایٹلانٹا

دوسری جنگِ عظیم کے آغاز میں میرے والد محترم سیالکوٹ کی 9 سالہ میڈیکل پریکٹس چھوڑ کر 1940 میں ملٹری میں سویلین ڈاکٹر بھرتی ہوئے تو ایبٹ آباد میں تعینات ہوئے۔ 1945 میں جنگ ختم ہوئی تو جاب بھی ختم ہوگئی۔ ان کی شرافت، دیانت اور قابلیت سے علاقہ کے جاگیر دار مرعوب تھے۔ لہٰذا چند ایک نے گھر کے تمام مصارف برداشت کرنے اور ساتھ تنخواہ دے کر اپنا ذاتی فیملی معالج بنانے کی پیشکش کی۔ مگر میری والدہ محترمہ نے یہ دنیاوی آسائشیں چھوڑ کر بچوں کو دینی تعلیم دلوانے کی غرض سے قادیان رہنا پسند کیا۔ ابھی اس بابرکت اور پیاری زمین پر قدم رکھے ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرا ہوگا کہ 1947 میں برصغیر ہندوستان کی تقسیم عمل میں آگئی۔ قتل وغارت کے گرم بازار سے صرف جانیں بچا کر خالی ہاتھ پاکستان آگئے۔ چند سال روزی کے لئے شہر بہ شہر مارا ماری کی۔ آخر کار لاہور میں سکونت اختیار کرلی۔ لیکن قادیان میں گزرے ہوئے وقت کی حسین یادیں اور خاص طور پر حضرت اماں جانؓ اور صحابیات کی پُرشفقت رفاقت کے مناظر آج بھی میرے ذہن میں بخوبی محفوظ ہیں۔ حضرت اماں جانؓ ہمیشہ جمعہ کی نماز کے بعد اپنے صحن میں بچوں اور عورتوں کو اکٹھا کرتیں۔ سب کی خیریت پوچھتیں پھر اپنے ہلکے پھلکے نرم لہجے میں نصیحتیں کرتیں۔ جن میں زیادہ زور دعا پر ہوتا۔ اگرچہ میری عمر زیادہ نہ تھی مگر آپ کا یہ جملہ ’’بیٹیو! اپنے مستقبل کی اعلیٰ زندگی کے لئے ہر لمحے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے خود خدا تعالیٰ سے دعا مانگتی رہا کرو‘‘ ابھی تک محفوظ ہے۔ اور یقیناً میں نے اسی لفظ دُعا کے سہارے قدم بہ قدم رہنمائی حاصل کی۔

اب میں آپ کے لئے 1980 کے بعد گزرنے والے چند ناقابلِ یقین واقعات لکھ رہی ہوں جنہیں پڑھ کر آپ سب رحمتِ خداوندی کے ضرور قائل ہونگے۔

ربوہ کا جلسہ سالانہ ختم ہوا۔ تو میری خالہ کراچی جاتے ہوئے 1980 کے اوائل میں اپنے 9 سسرالی ممبران کے ساتھ لاہور میرے گھر تھوڑی دیر کے لئے رکیں۔ دوپہر کا کھانا مجھے تیار کرنا تھا۔ وہ لوگ بڑے سرمایہ دار خوب کھانے پینے والے اور میں ایک معمولی تنخواہ دار کی بیوی، پھر بھی میں نے تواضع کے لئے -/150 روپے کی دو مرغیاں منگوائیں۔ خالہ بولتی جارہی تھیں کہ اس سے کیا بنے گا۔ مجھے اپنی جیب کا بخوبی اندازہ تھا۔ اور اپنی ہمت کا بھی۔ لہٰذا خاموشی سے پکاتی رہی۔ اور دل میں خدا تعالیٰ سے دعا بھی کرتی رہی کہ وہ لاج رکھنے والا ہے۔ اس میں برکت ڈال دے۔ تا میرا بھرم قائم رہ جائے۔ دوپہر کے ایک بجے کھانا میز پر لگ رہا تھا کہ عین اسی وقت باہر سڑک پر گول گپے والے نے آواز لگائی۔ بس پھر کیا تھا۔ بچوں نے کیا بڑوں نے بھی پلیٹیں بھر بھر کر مزے مزے سے چٹنی ڈلوا کر گول گپے کھائے۔ جب سارے مہمان لنچ کے لئے ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دیگچی کا ڈھکن اٹھایا اور کھانا سرو (Serve) کرنا شروع کیا۔ لیکن ہر ایک نے یہ کہہ کر پلیٹ آگے کی کہ پیٹ تو بھرا ہوا ہے بس تھوڑا سالن ڈالیں۔ میں تو دل میں خوشی سے شکر الحمدللہ کہتی جارہی تھی کہ خدا نے کیسے میری عزت رکھ لی۔ اُدھر خالہ حیرانی سے مسکرا رہی تھیں کہ دیگچی میں آدھا سالن بچا پڑا تھا۔

کچھ عرصہ بعد سارے مہمان کراچی روانہ ہوگئے۔ صرف خالہ اپنے بھائی کے پاس ساہیوال رہ گئیں۔ ایک دن مجھے ان کا فون آیا کہ اب میری واپسی ہے۔ اس لئے آکر مل جاؤ۔ چنانچہ میں محبت میں سرشار 15رستمبر کو ملاقات کے لئے چلی گئی۔ دو دن کے بعد واپسی کے سفر پر حادثے کا شکار ہوگئی۔ جس کی دلچسپ تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ اُن دنوں دوپہر 1 بجے کے قریب 2 گاڑیاں ساہیوال سے لاہور کی طرف آتی تھیں۔ کوئٹہ ایکسپریس 100 میل کا فاصلہ ایک سٹیشن پر رک کر تین گھنٹے میں اور دوسری چلتن پانچ سٹیشنوں پر رُک کر پانچ چھ گھنٹوں میں لاہور جنکشن اسٹیشن پر پہنچتی۔ میں گھر سے کوئٹہ ایکسپریس لینے کے وقت اسٹیشن پہنچی۔ ٹکٹ لیتے وقت کلرک کہنے لگا کوئٹہ ایکسپریس لیٹ ہے مگر چلتن پلیٹ فارم پر تیار کھڑی ہے۔ چنانچہ میں وقت کا سوچے بغیر بھاگ کر اس میں سوار ہوگئی۔ اب اس کے اسٹیشنوں پر رک رک کر جانے سے سخت ذہنی کوفت ہو رہی تھی کہ کیوں میں نے کوئٹہ ایکسپریس کا انتظار نہ کیا۔ 2 گھنٹے گزرے تو کوئٹہ ایکسپریس نے ہمیں کراس کرلیا اس پر مجھے اور افسوس ہوا۔ میرا گھر ماڈل ٹاؤن میں چھوٹے اسٹیشن کوٹ لکھپت کے پچھواڑے تھا۔

جولا ہور جنکشن اسٹیشن سے تقریباً 13 میل پہلے آجاتا ہے۔لیکن ان دونوں گاڑیوں کا یہ سٹاپ نہیں تھا۔اس لئے لاہور اسٹیشن پر پہنچ کر واپس ماڈل ٹاؤن آنا پڑتا تھا۔ اس دن اتفاقاً کوٹ لکھپت اسٹیشن پر کراسنگ ہوئی تو چلتن ٹرین پلیٹ فارم سے باہر 2 فرلانگ کے فاصلے پر پھاٹک پر رک گئی۔دورانِ سفر میں حسبِ عادت فارغ بیٹھنے کی بجائے قرآن مجید پڑھنے میں مصروف رہی۔گاڑی رکی تو میں نے جلدی گھر پہنچنے کی خاطر سامان پھینک کر چھلانگ لگانی چاہی۔پلیٹ فارم کے بغیر یہ اونچائی دیکھ کر میری جان نکل گئی۔ایک عام انسان کے لئے یہ کوئی اونچی جگہ نہ تھی مگر میرا چونکہ 1975 میں ڈسک سلپ کا ریڑھ کی ہڈی کا میجر آپریشن ہو چکا تھا اور وہاں خلاء تھا جو پُر نہیں ہوا تھا۔سانس لیتے وقت بھی مجھے وہاں تکلیف کا احساس ہوتا تھا۔ ڈاکٹروں نے بہت سی احتیاطیں بتا رکھی تھیں ۔سامان پھینک چکی تھی۔لہٰذا مجبوراً چھلانگ لگانی پڑی۔یہ وہ سائیڈ نکلی جدھر ملحقہ لائن پر لاہور اسٹیشن کی طرف سے ٹرین آرہی تھی۔یہاں میں نے بہت بڑی غلطی کر دی کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ بیگ اور پرس اٹھا کر تیزی سے لائن پار کرنی چاہی۔جونہی میں نے لائن کے اندر قدم رکھا۔میری ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں اور میں لائن کے اندر ہی لیٹ گئی۔پھر کیا تھا چلتن ٹرین سے لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں ''ہائے مائی مرگئی، ہائے مائی مرگئی'' لیکن میں مزے سے لیٹی رہی کہ گاڑی کے گزرنے پر اٹھ جاؤنگی۔یہ قطعاً خیال نہ آیا کہ گاڑی تو کیا انجن کے گزرتے ہی پرخچے اڑ جائیں گے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے سورج غروب ہو رہا تھا کہ مجھے اپنے پاؤں کی طرف 3 آدمی کھڑے نظر آئے۔جس میں سے ایک نے مجھے دائیں کلائی سے پکڑا اور گھسیٹ کر لائن سے ایک گز پرے بٹھا دیا۔پھر عین اسی لمحے وہاں سے ٹرین گزرنے لگی جب ساری ٹرین گزر چکی تو اس شخص نے دوبارہ ہاتھ پکڑ کر بڑے آرام سے کھڑا کیا۔ میں نے اپنے کپڑے جھاڑے پھر ہم دونوں آہستہ آہستہ چلنے لگے۔یہ سوچ کر مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ باقی دونوں آدمی پلک جھپکتے آنکھوں سے اوجھل ہو چکے تھے کیونکہ دور حدِ نگاہ تک کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔

چلنے پر وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا کہ پانی لاؤں یا دودھ سوڈا چونکہ اندھیرا بڑھ رہا تھا اس لئے میں نے کہا ''شکریہ'' میں گھر جا کر ہی کھا پی لونگی۔پھر میں نے پرس کھولا اور رقم گنی اور -/113 روپے اور کچھ ریزگاری تھی۔-/13 روپے میں نے واپس پرس میں ڈالے کہ بس وغیرہ کی ٹکٹ لے لوں گی۔اور -/100 روپے کا نوٹ شکریہ کے ساتھ اسے دینا چاہا کہ اس نے میری جان بچائی ہے۔اس لئے بچوں کے لئے مٹھائی لے جائے۔میرے دو تین دفعہ اصرار کے باوجود اس نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔پھر میں نے نوٹ پرس میں رکھ کر کاغذ پن نکالا تا ایڈریس لکھ لوں اور پھر اپنے خاوند جو کام کے سلسلے میں اکثر اُدھر آتے جاتے رہتے تھے' کے ہاتھ یہ رقم اس کے گھر بھجوادوں۔ایڈریس یہ تھا موچی انوار پھاٹک کوٹ لکھپت۔اس کے بعد میں اسے دیکھے بغیر بس سٹاپ کی طرف چلنے لگی۔گھر پہنچی تو دیکھا کہ دائیں کاندھے سے صرف برقعہ مگر گھٹنے سے شلوار بھی پھٹی ہوئی تھی۔اور لائن کی رگڑ سے ٹانگ پر زخم بھی تھا۔اگلے دن میں نے اپنے خاوند کو رقم دے کر اس ایڈریس پر بھیجا۔لیکن وہاں کوئی شخص نہ تھا۔اس کے بعد دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ جب وہاں چکر لگایا اور اس شخص کے نہ ملنے پر سڑک پار لوگوں سے اس موچی کا پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ وہ کئی سالوں سے ادھر دکانداری کر رہے ہیں۔انہوں نے آج تک کوئی موچی پھاٹک پر کام کرتے نہیں دیکھا۔

1983 میں میری والدہ محترمہ کے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔فوراً گھر پر ڈاکٹر بلوایا۔ اس نے ہارٹ اٹیک کا شبہ ظاہر کیا۔چنانچہ ہم UCH لے گئے۔جہاں دو سینئر ڈاکٹروں نے چیک کیا۔پھر ان دونوں کی آپس میں بحث شروع ہوگئی۔ایک کہے میرا مریض ہے، دوسرا کہے میرا ہے۔پہلے نے سرجری کرنی تھی جبکہ دوسرے نے صرف دوائیوں سے علاج کرنا تھا۔نرسوں نے چند منٹوں میں امی کی خوراک بند کر کے جسم کے اوپر نالیاں لگادیں۔اسی حالت میں پانچواں دن آگیا۔سب پریشان تھے کہ کیا کریں۔میری دعائیں جاری تھیں۔تیسرے دن میں نے امی کی زبان دیکھی جو بالکل سفید تھی۔یہ سخت قبض کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔اس دن ایک جونیئر ڈاکٹر راؤنڈ پر آیا۔میں نے قبض کے متعلق پوچھا۔وہ کہنے لگا میرا بھی یہی خیال ہے۔پھر کہنے لگا ان کے پیٹ پر لگاتار ٹکور کریں۔ڈیڑھ گھنٹے کی ٹکور کے بعد امی کو موشن ہوا اور طبیعت بحال ہوگئی۔اب ہسپتال سے چھٹی دلوا کر گھر لائے تو کمزوری کے باعث قومہ میں چلی گئیں۔مجھے یہ وقت بھی یاد ہے کہ صبح ساڑھے گیارہ بجے میں نے جائے نماز بچھائی اور گڑگڑا کر خدا تعالیٰ کے حضور امی کی زندگی کے لئے دعا کی۔پتہ نہیں کیوں میرے منہ سے ان کی پانچ سال زندگی بڑھانے کے لئے دعا کا فقرہ نکلا۔آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ امی 31 مارچ 1993 کو بیمار ہوئی تھیں اور ٹھیک 30 مارچ 1998 کو ان کی وفات ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اسی طرح کے چند اور واقعات بھی ہیں جو فی الحال مضمون کی طوالت کے باعث آئندہ پر اٹھا رہی ہوں۔انشاء اللہ توفیق ملی تو مزید لکھوں گی۔

❖✲❖✲❖✲❖✲❖✲❖✲❖

پیارے بھائی مظفر الوداع

شیخ حامد احمد خالدؔ

مکرم برادرم شیخ مظفر احمد خالدؔ وفات پا گئے ۔ اناللہ وَاِنَّا الیہ رٰجعون۔ آپ نیشنل بنک آف پاکستان میں مینیجر تھے۔ آپ حضرت شیخ محبوب عالم صاحب خالدؔ مرحوم صدر صدر انجمن احمدیہ کے فرزند اور حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی خان ناظر مال، ناظر امور عامہ و خارجہ قادیان اور سابق امام مسجد فضل لندن کے پوتے تھے۔
آپ کی اچانک جوان سالی کی وفات کی خبر سن کر تمام خاندان کے افراد غم کی وجہ سے نڈھال اور افسردہ ہو گئے مگر جس پیارے انداز سے اپنے مالکِ حقیقی نے ان کی روح کو اپنے پاس بلایا ہے یہ ہمارے لئے اور جماعت اور غیر از جماعت کے دوستوں کے لئے بے حد سکونِ قلبی اور تسلی کا باعث ہوا۔ یہ تو طے ہے بے شک ہر انسان نے ایک نہ ایک دن ضرور اپنے اللہ کے حضور حاضری کے لئے پیش ہونا ہے مگر جس پیارے انداز سے آپ نے مولیٰ حقیقی کے حضور حاضری دی شاید کم ہی کو بغیر تکلیف کے اپنے پاس بلایا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ کسی شادی کی تقریب میں گئے اور واپسی پر کار بھی ڈرائیو کی اور گھر آ کر کار اپنی جگہ پر پارک کرنے کے بعد کہنے لگے مجھے معدہ میں کچھ درد محسوس ہو رہی ہے۔ جب درد میں اضافہ محسوس کیا تو فوراً ہسپتال جانے کا فیصلہ کیا اور مناسب طبی امداد ملنے پر ڈاکٹر نے کہا کہ آپ ٹھیک ہیں اور گھر جا سکتے ہیں گھر پہنچنے پر ایک دو گھنٹہ کے بعد دوبارہ درد محسوس کیا تو فوراً ہسپتال جانے کا انتظام کیا اور جناح ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ڈاکٹری تشخیص کے مطابق پہلے سرجری کا مشورہ دیا گیا اور پھر ڈاکٹروں کے فیصلہ کے مطابق بغیر آپریشن کے علاج شروع کیا۔ ابھی چند گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ بڑے بھائی سے جو اُن کے ساتھ ہسپتال کے کمرہ میں موجود تھے، کہنے لگے کہ مجھے افسوس ہے کہ میں انڈیا پاکستان کا آخری دن کا میچ نہیں دیکھ سکوں گا۔ حالانکہ سامنے ٹیلیویژن لگا ہوا تھا، دیکھ بھی رہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بڑے سکون سے کہنے لگے کہ میں تو جا رہا ہوں۔ تو انصر خالدؔ نے ان سے کہا چچا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ پھر دوبارہ کہنے لگے میں تو جا رہا ہوں کیونکہ سامنے دروازہ کھل چکا ہے آپ میرا بازو پکڑ کر مدد کریں اور اس میں داخل کر دیں۔ اس پر بچہ گھبرا گیا اور پھر ان سے کہا سامنے کوئی دروازہ نہیں، دیوار ہے۔ پھر اس کو کہنے لگے تم کو یہ دکھائی نہیں دے گا۔ مجھے نظر آ رہا ہے۔ دروازہ کھل چکا ہے اور دیوار پر لکھا آ رہا ہے۔ اس لئے ڈاکٹروں سے کہو یہ Drips وغیرہ جو لگائی ہیں ان کو اتار لیں ان کا اب کوئی فائدہ نہیں، میں جا رہا ہوں۔ اس کے بعد نہیں بولے اور آخری وقت میں چند منٹ پہلے بولنے کی کوشش کی مگر زبان نے پوری طرح ساتھ نہیں دیا اور کچھ سمجھ آیا اور کچھ سمجھ نہ آ سکا۔ پھر ہاتھ ملا کر کہنے لگے آپ لوگوں نے بہت خیال رکھا ہے میرا سب کو سلام کہنا اور دعائیں پڑھتے پڑھتے اللہ کے حضور حاضری کے لئے جانے سے 10 سیکنڈ پہلے بڑی پیاری سی چہرے پر مسکراہٹ دی اور چلے گئے ہمیشہ کے لئے۔ جسدِ خاکی بذریعہ ایمبولینس ربوہ لایا گیا جہاں مکرم و محترم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں دوست احباب شامل ہوئے اور مرحوم کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اس موقع پر مکرم و محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے دعا کروائی۔

احباب جماعت سے اور بزرگوں سے استدعا ہے کہ مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دُعا کریں۔ اے مولا کریم ہم نے تیرے بندہ کو جس پیارے انداز سے سفید کفن میں ملبوس کر کے پیش کیا ہے تو بھی اس پر اپنی بخشش کی چادر ڈال دے اور ان کے اہل وعیال کا جن میں اہلیہ صاحبہ اور دو بچے شامل ہیں، خود کفیل اور نگران ہو۔ اور ہم سب بھائیوں اور عزیزوں کو یہ صدمہ صبر سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحوم نہایت نرم دل اور مہمان نواز اور دوسروں کے کام آنے والی طبیعت کے مالک تھے۔ لاہور جماعت کے نائب امیر محترم چوہدری فتح محمد صاحب مرحوم سے کافی بے تکلفی تھی اور چوہدری صاحب بھی اکثر والد صاحب محترم کی لاہور آمد پر مرحوم مظفر خالدؔ سے کہا کرتے تھے "مظفر ہاں بھئی کب پائے کھلا رہے ہو" اور بھائی مظفر کہتے تھے کہ کل کر لیتے ہیں۔ نیشنل بنک میں مینیجر تھے تو بعض اوقات تنگیٔ وقت کی وجہ سے لائن میں اپنی باری کے انتظار میں کھڑی ہوئی خواتین کا بل جمع نہ ہونے پر Bill receiver سے کہتے ان کا بل لے لیں۔ بعض دفعہ کلرک کے انکار پر خود کام کرنے کے لئے بیٹھ جاتے اور کہتے کہ یہ خواتین بیچاری پتہ نہیں کہاں کہاں سے چل کر پیدل اتنی گرمی میں آئی ہونگی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

TEHRIK WAQF-E-NOU

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL, UNITED KINGDOM

Our Ref: LWN 30366

Date: 1.12.05

مکرم محترم امیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت ہوں گے خدا کرے ایسا ہی ہو آمین۔ شعبہ وقفِ نو مرکزیہ کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہدایت فرمائی ہے کہ سب جماعتوں کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ وقفِ نو میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ والدین بچوں کی ولادت سے قبل وقف کے لئے تحریری طور پر درخواست بھجوائیں۔ کچھ عرصہ سے بہت سے والدین اس ہدایت پر عمل نہیں کررہے اور ولادت کے بعد وقف کے لئے درخواست بھجواتے ہیں۔

وقفِ نو میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ والدین خود وقف کی درخواست بھجوائیں۔ بعض احباب اپنے عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں کے بچوں کو وقف کرنے کی درخواست کرتے ہیں جو مناسب نہیں۔ ایسی درخواستوں پر غور نہیں کیا جاتا۔ اگر والدین لکھ نہ سکتے ہوں تو تب بھی درخواست ان کی طرف سے ہونی چاہئے۔

حوالہ نمبر کے لئے بعض والدین یا ان کے رشتہ دار سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھ دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی درخواست کی جاچکی ہے کہ حوالہ نمبر یا متعلقہ امور کے لئے انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن سے رابطہ کیا جانا چاہئے۔ بعض والدین صرف اتنا لکھ دیتے ہیں کہ انہیں حوالہ نمبر درکار ہے مگر کسی قسم کے کوائف درج نہیں کرتے۔ ایسا کرتے ہوئے مکمل کوائف بھجوانے چاہئیں تاکہ ریکارڈ آسانی سے تلاش کیا جاسکے۔

آپ کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سرکلر کی نقول اپنی ریجنل اور مقامی جماعتوں نیز ذیلی تنظیموں کے صدر صاحبان تک پہنچادیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو آمین۔

والسلام

خاکسار

شمیم احمد

انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن